File F:\Graphic1.tif not found.

رُلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں مجھ کو

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ

عطا ایسا بیاں مجھ کو ہوا رنگیں بیانوں میں
کہ بامِ عرش کے طائر ہیں میرے ہم زبانوں میں

اثر یہ بھی ہے اِک میرے جنونِ فتنہ ساماں کا
مرا آئینۂ دل ہے قضا کے رازدانوں میں

رلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں

نشانِ برگ گل تک بھی نہ چھوڑ اس باغ میں گلچیں
تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں

چھپاکر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

سن اے غافل صدا میری ! یہ ایسی چیز ہے جس کو
وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں

وطن کی فکر کر ناداں ! مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہورہا ہے ، ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں

یہ خاموشی کہاں تک لذتِ فریاد پیداکر!
زمیں پر تو ہو ، اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤگے اے ہندوستاں والو!
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

یہی آئینِ قدرت ہے ، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن ، محبوبِ فطرت ہے

☆☆☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

اداریہ

حج وقربانی کے بعد فکر وتقویٰ کی ضرورت

● .... شمس الحق ندوی

ہم مسلمان ہیں، ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دن آکے رہے گا جب ہم اپنے آقا ورب دوجہاں کے روبرو حاضر ہوں گے، اور ہم کو اپنے کیے کا حساب دینا ہوگا: ”اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ“ (بیشک خدا کا وعدہ سچا ہے، پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں خدا کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے)۔

اس لیے ہمارا ہر کام، ہر عمل آخرت ہی کی کامیابی کی غرض سے ہونا چاہیے، ورنہ اس کی کوئی قیمت نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کو رد کردیں گے۔

ہے تو لطیفہ، لیکن بات ہے دل لگتی اور حقیقت کا کھلا ہوا آئینہ دکھانے والی، لطیفہ یہ ہے کہ ایک امیر نے ایک آدمی کو ملازم رکھا جو اپنے احمق پن کی وجہ سے پورے شہر میں مشہور تھا، امیر نے اسے ایک تھیلی دی جس میں کچھ اشرفیاں تھیں اور کہا کہ یہ تھیلی اس شخص کو دینا جو تم سے بھی زیادہ بیوقوف ہو، کچھ دنوں کے بعد وہ امیر بیمار ہوا، اور احمق سے کہا کہ ہم تم سے رخصت ہو رہے ہیں، احمق نے پوچھا کب تشریف لائیے گا؟ امیر نے جواب دیا ایسی جگہ جارہا ہوں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا، احمق نے پوچھا وہاں آپ نے کوئی مکان بنوالیا ہے، امیر نے کہا نہیں، اس نے پوچھا آپ کے لیے کچھ سامان باندھ کردینا ہے؟ امیر نے جواب دیا نہیں، احمق یہ سن کر مسکرایا، اس نے کہا، جہاں آپ کو تھوڑے دن رہنا تھا وہاں تو آپ نے اونچا محل بنوایا، آرام وراحت کا اتنا انتظام کیا، لیکن جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لیے کوئی انتظام نہیں کیا، آپ سے زیادہ بے وقوف ہم کو کوئی دوسرا نہیں ملا، اس لیے یہ تھیلی آپ ہی لے لیجیے تو مناسب ہوگا۔

اس وقت ہمارا عمومی حال کیا ہو رہا ہے، جو کام خالص آخرت کے لیے ہونے ہیں، ان کو بھی شہرت ونا موری اور محض دکھاوے کے لیے کرکے برباد کردیتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ”الكيّس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت“ (سمجھدار وہوشیار وہ شخص ہے جس نے اپنی قدر وقیمت کو پہچانا اور آخرت کے لیے عمل کیا)۔ اللہ تعالیٰ نے جن خوش نصیب حضرات کو حج جیسی عبادت سے نوازا جس کے بعد حاجی گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جس طرح بے گناہ پیدا ہوا تھا۔

ٹھیک اسی طرح قربانی کا معاملہ ہے کہ خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوجاتا ہے اور قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں نیکیاں ملتی ہیں، یہ کتنی نادانی اور حماقت کی بات ہوگی کہ ان سارے کاموں کو صرف شہرت اور دکھاوے کے طور پر کرکے برباد کردیا جائے اور آدمی نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بنے، ہم مسلمانوں میں شہرت ونا موری کے لیے زندگی کے مختلف مواقع پر اسراف وفضول خرچی کا ایسا رواج پیدا ہوگیا ہے کہ جو چیزیں خالص عبادت ہیں، ان میں بھی شیطان اپنا کام کرجاتا ہے، حج وقربانی کا بھی یہی حال ہوتا جارہا ہے، ایک بڑی تعداد نے حج کو کاروبار اور تجارت کا ذریعہ بنالیا ہے، قربانی کے لیے بھی بہت سے لوگ ایسا قیمتی دنبہ یا بکرا خریدتے ہیں جس کا شریعت نے مکلّف نہیں بنایا ہے پھر اس کو پوری شہرت دی جاتی ہے، اخباروں میں ذکر آتا ہے، ہار پھول پہنا کر قربانی کے جانور کو گھمایا جاتا ہے، کہاں حج اور قربانی کی وہ قدر وقیمت جو شیطان کو اپنے سر پر دھول ڈال کر چیخنے چلانے پر مجبور کردیتی ہے، اس نے کس کس طرح سے جھوٹے وعدے کرکے دھوکہ دے کر تو گناہ کرایا تھا اور حج نے سب کو دھودیا۔

اور کہاں یہ نادانی کہ اس کو خالص دنیاوی فائدے اور شہرت کے لیے کیا جائے جو کام خالص اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہے، وہ دنیا ہی کی غرض سے کیا جائے تو کیا ایسا شخص اس حقیقت نما لطیفہ کا مصداق نہ ہوگا جس کا اوپر ذکر ہوا، لیکن افسوس کہ ہم ”قل ماشئت واكتب ماشئت ونحن على حال“ (جو چاہو کہو، جو چاہو لکھو، ہم اپنے حال میں مست ہیں) پر عمل کر رہے ہیں۔

ملت کے غم میں ڈوبے ہوئے ایک داعی ورہبر نے بہت درد کے ساتھ کہا ہے: ”إنما أشكو بثّي وحزني إلى الله“۔

☆☆☆☆☆

پاجاسراغ زندگی

طالبانِ علوم نبوت کے فرائض اور ذمہ داریاں

● ....حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

یہ خطاب سال گزشتہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مسجد میں حضرت مولانا مدظلہ نے طلبائے دار العلوم سے کیا تھا، خطاب محض دار العلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ سے نہیں ہے بلکہ مدارس اسلامی کے ہر ہر طالب علم سے ہے، اسی کے ساتھ خواص وعوام کے لیے بھی یکساں افادیت کا حامل ہے، اس لیے حضرت والا کی نظر ثانی کے بعد قارئین کی نذر کیا جارہا ہے، امید ہے کہ اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جائے گا اور زندگیوں میں اس کو نافذ کیا جائے گا، دار العلوم کے طالب علم محمد جمیل جوہر (علیا ثانیہ شریعہ، فقہ) قارئین کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی محنت سے اس خطاب کو نقل کیا، اور اشاعت کے لیے ادارہ 'تعمیر حیات' کو پیش کیا، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو علمی وعملی ترقیات سے نوازے۔ [ادارہ]

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہ أجمعین ومن تبعهم بإحسان ودعا بدعوتهم إلیٰ یوم الدین، أما بعد: "وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ". [سورہ ذاریات: ۵۵] (اور نصیحت کرتے رہیے، نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے)۔

طالبان علوم نبوت کا خاندان

بھائیو، عزیزو! یہ خاندان جو طالبان علوم نبوت کا ہے، اس کے ہم سب افراد ہیں، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، یعنی اسلام ایک خاندان ہے، وہ صرف ایک نظریہ اور دینی عبادات کا مجموعہ نہیں ہے، ایک رشتہ ہے، اور اس رشتہ کا نبھانا اور اس کے مطابق عمل کرنا بہت اجر وثواب کی بات ہے، آپ نے حدیث شریف میں پڑھا ہوگا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان سے محض اسلامی رشتہ کی بنیاد پر ملنے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرتا ہے، اس لیے کہ وہ اسلامی رشتہ کی بنیاد پر جارہا ہے۔

شیطان کا حضرت آدم علیہ السلام اور آدمیوں سے حسد

شیطان ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے، اور اس کا کام دل اور دماغ پر اثر ڈالنا ہے، وہ غلط مشورہ دیتا ہے اور اس طرح مشورے دیتا ہے کہ اس کو صحیح سمجھ لیا جائے کہ اس نے اچھا مشورہ دیا، شیطان کیا ہے؟ جن کی نسل سے ہے، اور جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے خاص مخلوق بنایا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی اطاعت وتابعداری کریں، جبکہ ساری چیزیں جو کائنات میں ہیں، زمین وآسمان، درخت اور چاند یہ سب اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرتے ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا بنایا ہے کہ وہ وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا ہے، لیکن جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی صلاحیت دی ہے کہ وہ اپنے دل اور دماغ سے کچھ بھی کام لے سکتے ہیں، جو اچھا لگے وہ کرسکتے ہیں، جو دماغ میں ترکیب آئے وہ اختیار کرسکتے ہیں، انسان اور جنوں کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، شیطان اسی اختیار سے فائدہ اٹھاتا ہے، اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے ابلیس کو بہت حسد ہوا تھا، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کا بہت عبادت گزار تھا، اور اس عبادت گزاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت موقع بھی دے رکھا تھا، وہ جنتوں میں گھومتا تھا، ہر جگہ چلا جاتا تھا، آسمانوں میں ٹہلتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو سبھی کو ان کو سجدہ کرنے کو کہا، ابلیس نے تکبر وغرور اور حسد کا شکار ہوکر اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل نہیں کیا، اور وہ جنت سے نکال دیا گیا، تو اس نے قیامت تک کے لیے مہلت چاہی، جو اسے دی گئی، لیکن ہمیشہ کے لیے خیر سے محروم کردیا گیا، اسے علم بھی تھا اور وہ عابد بھی تھا لیکن حسد اور تکبر نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا، لیکن اس کو مہلت اور اختیار قیامت تک کے لیے دیدیا گیا، جس کو وہ اولادِ آدم یعنی انسانوں کے لیے اختیار کرتا ہے، پہلے اس نے اس اختیار کا استعمال حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو نقصان پہونچانے کے لیے اختیار کیا تھا، مگر اس میں بھی وہ فیل ہوگیا، ان دونوں نے ایسی توبہ کی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا۔

انسان علم وعقل کا جامع ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خصوصیت دی ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کام لے سکتا ہے، اور علم اور عقل سے بھی نوازا ہے، خیر وشر دونوں اس کے سامنے رکھ کر دونوں کا انجام اور نتیجہ بتادیا، اور آخرت میں اچھی زندگی گزارنے کا علم اور دنیا میں اچھی زندگی گزارنے کا علم دونوں عطا فرمادیا، علم معلومات کا نام ہے، ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں معلومات کی بنیاد پر کرتے ہیں، جو ہمیں معلوم نہیں ہے اسے ہم اختیار نہیں کرتے، ہر چیز معلوم ہونے پر منحصر ہے، جس میں ہم عقل سے مدد لیتے ہیں۔

اللہ کی نعمتوں کا شکر کیسے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ جو کچھ تمہیں حاصل ہے، جو تم کرتے ہو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا

ہوا ہے، اللہ تعالیٰ پانی یا بادل کو روک دے تو ساری بستی پیاس سے مرجائے گی، بارش نہ ہو اور زمین سے پانی نہ نکلے تو کیا حال ہوگا؟ لوگ زندہ نہیں رہ پائیں گے، ایک دن گزارنا مشکل ہوجائے گا، اگر اللہ تعالیٰ زمین کے اندر غلہ اگانے کی صلاحیت نہ رکھتے تو کہاں سے ہمیں کھانا ملتا، کیا ہم سب رہ پائیں گے، ہمیں جو کچھ حاصل ہے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذریعہ ہی سے ہمیں ملا ہے، اب اس کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کی بات نہ مانیں، اور ہم اس کی خلاف ورزی کریں تو کیا ہوگا؟ دنیا کی حد تک تو اللہ تعالیٰ یہ کرے گا کہ ان چیزوں سے ہمیں محروم کرسکتا ہے، اور ایسا ہوتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت سلب کرلی اور انسان کا زندہ رہنا مشکل ہوگیا، انسان کہاں سے برداشت کرسکتا ہے، ہماری برداشت اتنی کم ہے کہ درجۂ حرارت اگر پچاس سے اوپر چلا جاتا ہے تو گرمی سے لوگ مرنے لگتے ہیں، اور اگر چار پانچ سے نیچے چلا جاتا ہے تو ٹھنڈک سے لوگ مرنے لگتے ہیں، انسان کمزور ہے، جتنا اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسی کے لحاظ سے کرتا ہے، اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے، تو اس کو سزا مل سکتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کیا ہے کہ سزا کے لیے آخرت رکھی ہے، وہاں ہمیں سزا ملے گی یا فائدہ ہوگا، وہ لمبی اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہے، وہاں کا فائدہ بھی بہت فائدہ ہے اور نقصان بھی بہت۔

بہرحال کہنے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اور وہ چاہتا ہے کہ ہم اس کا شکر ادا کریں، تو اللہ تعالیٰ اور زیادہ دے، اس نے فرمایا کہ: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ" اگر شکر ادا کروگے تو ہم اور زیادہ دیں گے، لیکن اگر نافرمانی کروگے، ناقدری کروگے تو ہمارا عذاب بھی سخت ہے۔

شیطان کے اثر سے بچنے کا راستہ

یہ دنیا میں جو چیز ہم دیکھتے ہیں، اس کے لحاظ سے ہمارا دل نہ جانے کیا کیا کہتا ہے، ہمارا دماغ نہ جانے کیا کیا سوچتا ہے، اس میں ہم بھٹک جاتے ہیں، اور شیطان بھٹکنے میں اور دل ودماغ کو خراب کرنے میں اور بہکنے میں مدد کرتا ہے، اس طرح ہماری لڑائی اور ہمارا مقابلہ شیطان سے ہے، شیطان ہم کو، ہمارے دل اور دماغ کو بگاڑتا ہے، اور ہم اس کے دھوکہ میں آجاتے ہیں، لیکن جب ہمارے سامنے اسلام کی تعلیمات اور خدا کی بتائی ہوئی باتیں ہوں تو ہم شیطان کے اثر سے بچ سکتے ہیں، اس کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، قرآن وحدیث میں وہ ساری باتیں بتادی گئی ہیں جن سے ہم کامیابی حاصل کرسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرسکتے ہیں، اور اپنی آخرت کامیاب بناسکتے ہیں، ایسی باتیں ہمیں صرف قرآن وحدیث میں ملیں گی، یا ان کتابوں میں جو قرآن وحدیث سے متعلق ہیں، جیسے کہ ہم پیدا ہوتے ہیں، لیکن کچھ نہیں جانتے، اور جب دوسروں کو دیکھتے ہیں، ان سے سنتے ہیں اور سیکھتے ہیں تو معلومات ہوتی چلی جاتی ہیں، اور اسی کے مطابق ہم زندگی گزارتے ہیں، وہ معلومات جن سے ہم کامیاب ہوسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرسکتے ہیں وہ قرآن وحدیث اور ان سے متعلق کتابوں میں ملتی ہیں، جن کو پڑھنے اور سیکھنے کے لیے آپ یہاں آئے ہیں، آپ کسی بھی دینی مدرسہ میں چلے جائیں تو اس کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ ہم وہ باتیں جان سکیں جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے، تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرسکیں، کیونکہ سارا انحصار اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے پر ہے، ہم ایک منٹ حتی کہ ایک سیکنڈ بھی مزید زندہ نہیں رہ سکتے اگر اللہ نہ چاہے، اللہ تعالیٰ جس وقت چاہے کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے ہمیں مار سکتا ہے، معلوم ہوا کہ انسان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے، بس اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے ایک دائرہ میں محدود کردیا ہے، تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم دینی مدرسہ میں آئے ہیں تو ہم یہ جاننے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اپنی آخرت سنوارنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے، کن باتوں سے ہمیں کامیابی مل سکتی ہے؟

ہمیں انسان بننے کی ضرورت ہے

اللہ تعالیٰ نے جو باتیں طے فرمادی ہیں وہ ہماری انسانی زندگی کے لیے بہترین باتیں ہیں، انسان اور جانور میں یہی فرق ہے کہ جانور بالکل بے وقوف کھڑا ہے، کچھ نہیں جانتا، موٹر گزر رہی ہے، ہارن بج رہا ہے پھر بھی کھڑا ہے، یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ موٹر ہم سے ٹکرا سکتی ہے، کوئی آدمی اس کو مار رہا ہے تو مار کھا رہا ہے، آدمی بھی ایسا ہی بن جائے؟ بن جاتا ہے کبھی وہ جانور کی طرح ہوجاتا ہے، جو اس کو صحیح راستہ بتایا گیا ہے اس راستہ سے ہٹ جاتا ہے تو جانور کی طرح ہوجاتا ہے، سچی بات یہ ہے کہ ہمیں انسان بننے کی ضرورت ہے، وہ تعلیمات جو ہم نے قرآن وحدیث سے حاصل کی ہیں، وہ ہمیں صحیح انسان بنانے والی تعلیمات ہیں، وہ تعلیمات ایسی نہیں ہیں کہ انسان پر ایسا بوجھ ڈال دیا گیا ہو کہ اسے وہ اٹھا نہ سکے، بلکہ انسان کے لیے بہتر سے بہتر جو راہ ہوسکتی ہے، جو طریقہ ہوسکتا ہے وہ ہم کو بتایا اور سکھایا گیا ہے، سچ بولنا ہے، سب کی خیر خواہی کرنی ہے، اپنے مالک کا شکر ادا کرنا ہے، اس لیے جو سب سے اچھی، شریفانہ اور معقول باتیں ہیں وہ ہمیں اسلام میں سکھائی گئی ہیں۔

ضرورت سے زیادہ دنیا حاصل کرنے کا شوق تباہ کن ہے

لیکن آج جو کچھ ہو رہا ہے، پوری دنیا میں شیطان کو کامیابی حاصل ہے، اس نے سب کے دل و دماغ کو بدل دیا ہے، اور بالکل الٹا کردیا ہے، انسان سے اللہ تعالیٰ نے اس کی غلطی بتاتے ہوئے

سورۂ تکاثر میں فرمایا: "اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ..........الآیۃ" تم کو زیادہ حاصل کرنے کے شوق نے غافل کر دیا ہے، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں، یہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کی کمزوری بتادی ہے کہ اس کی ساری زندگی اس پر چل رہی ہے کہ 'اور' مل جائے، ہم دوسرے سے آگے بڑھ جائیں، ان کے پاس ایک مکان ہے تو ہمارے پاس دو ہو جائیں، ان کے پاس ایک ہزار ہے تو ہمارے پاس دو یا دس ہزار ہو جائیں، یہ ہے تکاثر، جس کو ایک دوسری جگہ اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے: "اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ" [سورۃ الحدید:۲۰] (جان لو کہ حقیقتاً دنیوی زندگی کھیل کود، تماشا، چمک دمک اور فخر و مباہات اور مزید کا شوق مال و اولاد کا ہے) انسان کو شیطان نے تکاثر میں ڈال دیا ہے، انسان کو ہر وقت یہ فکر ہے کہ فلاں چیز ہمیں مل جائے 'اور' مل جائے، اور اور اور، اسی میں ہمارا دماغ لگا ہوا ہے۔

تکاثر کی تعبیر اور اس کا اعجاز

ایک نومسلم (محمد اسد) جو پہلے یہودی تھے، ان کی کتابیں ہیں، قرآن وحدیث کے مطالعہ سے مسلمان ہو گئے تھے، انہوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہم ریل پر سفر کر رہے تھے، میری بیوی بھی ساتھ تھیں، ہم نے ڈبہ کے مسافروں کو دیکھا کہ سب سناٹے میں ہیں، اور خاموش ہیں، ہم نے اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھو تو، سب کیسے روٹھے بیٹھے ہیں، جیسے کوئی واقعہ ہو گیا یا کوئی غم کی بات پیش آگئی، اس نے کہا ہاں آپ کی بات تو صحیح ہے، کیا وجہ ہے کہ لوگ اس طرح خاموش بیٹھے ہیں، اس کے بعد جب ہم گھر لوٹے، جہاں کتابیں تھیں، وہاں گئے تو قرآن مجید کھلا ہوا تھا، اتفاق سے پڑھتے پڑھتے کھلا چھوڑ گئے تھے، جب ہماری نظر پڑی تو وہ صفحہ تھا جس میں اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ...... پوری سورت تھی، تو فوراً ہمارے دل میں آیا کہ یہ وہی بات تھی۔

واقعی غور کیجیے تو آج ہر انسان اسمیں لگا ہوا ہے، انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے پھر بھی کہتا ہے کہ اور مل جائے، آپ بازار چلے جائیں تو آپ ہر شخص کو متحرک پائیں گے، آپ ان میں سے کسی کو بھی کھڑا کر کے پوچھیں تو یہی تکاثر ملے گا، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیا جتنی مل سکے مل جائے، دماغ بھی اسی میں لگا ہوا ہے، دل بھی اسی کام میں صرف ہو رہا ہے، فکر انسانی بھی یہی کام کر رہی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ابن آدم کے پاس اگر ایک وادی بھر کے سونا ہو تو یہ چاہے گا کہ میدان بھر کے سونا مل جائے، اگر دو ہو جائیں تو چاہے گا کہ اور ہو جائے "ولا یملأ فاہ إلا التراب" کہ انسان کا پیٹ مٹی ہی بھرے گی، جب قبر میں جائے گا تب اس کی حرص ختم ہوگی، قرآن مجید نے بڑی بلیغ تعبیر اختیار کی ہے: "اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرُ"......

ظاہر ہے یہ بات سوچنے کی ہے کہ ہماری زندگی زیادہ کے لیے بالکل رائیگاں اور بے کار جا رہی ہے، حالانکہ یہ اس وقت تک کام دے گا جب تک آدمی مرتا نہیں، جب مٹی میں ملے گا تب پتہ چلے گا، کیا ہے، سب ہاتھ سے گیا، ساری زندگی جس کے لیے لگا رہا، جس کے لیے اوقات صرف کرتا رہا، اپنی توجہ صرف کرتا رہا، اپنے دماغ کو صرف کرتا رہا، اپنے دل کو لگائے رکھا، اب اس کے پاس ایک حبہ بھی نہیں ہے، اور خالی ہاتھ وہاں پہونچ رہا ہے۔

دینی مدارس دین کی دولت کے تقسیم کار ہیں

بھائیو! آپ لوگ دینی مدرسے میں آئے ہیں، یہاں دنیا لینے نہیں آئے ہیں، دنیا لینے کے لیے آپ اسکول جاتے، کالج جاتے، یہاں وہ چیز لینے کے لیے آئے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بہتر قرار دی ہے، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے جو چیز ہمارے لیے بہتر بتائی ہے وہ لینے کے لیے آئے ہیں، تو بھائیو! صحیح بات یہ ہے کہ ہمیں ذہن کو درست کرنا چاہیے، اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم دنیا لینے کے لیے آئے ہیں یا دین لینے آئے ہیں، دین کے معنی ہوتے ہیں طرزِ عمل کے، طریقۂ کار کے، یعنی ہمارا طریقۂ کار کیا ہے، کیا کھاتے ہیں، کیا پہنتے ہیں کب سوتے ہیں، کب جاگتے ہیں، زندگی ہم کیسے گزار رہے ہیں، تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارا طریقۂ کار وہی 'اور' مل جائے والا تو نہیں، دوستی ہے تو دنیا کے لیے، دشمنی ہے تو دنیا کے لیے، محنت ہے تو دنیا کے لیے، آرام کر رہے ہیں تو دنیا کے لیے، تکلیف اٹھا رہے ہیں دنیا کے لیے، کہیں ایسا تو نہیں۔

اسلام میں ہر چیز کی رہنمائی

عزیزو! آج پوری دنیا میں یہی ہو رہا ہے کہ دنیا کا جو تقاضہ ہے وہ پورا ہو، بس اسی کے لیے کوششیں اور محنت ہے، مزدور جو صبح سے شام تک صرف اس لیے کام کرتا ہے کہ معاوضہ مل جائے، جس سے وہ کھانا کھائے گا اور اپنی ضرورت پوری کرے گا، یہ صرف انہی کی بات نہیں، بلکہ یہ بات ہمارے دینی لوگوں میں بھی آگئی ہے، ان کا ذہن بھی دنیا سے ہٹ نہیں پاتا، اور یہ اس لیے فکر کی بات ہے کہ آپ جہاں آئے ہیں وہاں دنیا نہیں ملے گی، مل جائے تو اللہ تعالیٰ دینے پر قادر ہے، جس کو رزق کہتے ہیں، حدیث شریف میں مذکور ہیں: "ہر شخص کا رزق اللہ تعالیٰ نے اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہی طے کر دیا ہے" اس سے زیادہ آدمی کو مل نہیں سکتا، چاہے وہ سر کے بل کھڑا ہو جائے، کچھ بھی محنت کر ڈالے، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ بعض دفعہ آدمی تھوڑی محنت سے بڑا رزق حاصل کر لیتا

ہے،اور بعض دفعہ اپنے کو تھکا دیتا ہے پھر بھی تھوڑا رزق ملتا ہے،تو معلوم ہوا کہ رزق حاصل کرنا بھی ہمارے اختیار میں نہیں ہے،رزق تو ملے گا،لیکن دنیا کتنی ملے گی وہ خود ہمارے اوپر منحصر ہے،ہم جتنی چاہیں کوشش کر کے دنیا حاصل کرلیں لیکن وہ ہمارے ساتھ اس وقت تک رہے گی جب تک ہم زندہ ہیں،اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ساری زندگی ہمارے ساتھ رہے،جو چیز حاصل ہے وہ آپ سے چھن بھی سکتی ہے،جو چیز باقی رہے گی وہ ہمارا عمل ہے،یعنی زندگی کا وہ طریقہ جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے،وہ مرنے کے بعد بھی رہے گا اور پہلے بھی،جس کا علم ہم کو قرآن وحدیث سے ہوتا ہے،جب قرآن وحدیث پڑھنے کے لیے آئے ہیں تو اس سے دو فائدے ہیں:ایک یہ کہ خود آپ کو صحیح راستہ معلوم ہوگا،قرآن مجید نے فرمایا:"إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ" صحیح طریقہ کار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی شکل میں عطا فرمایا ہے،اسلام میں آپ کو ہر چیز کی رہنمائی ملے گی کہ شادی اس طرح کرو،غمی اس طرح ہونی چاہیے،رنج اس طرح مناؤ، خوشی اس طرح کرو،ہر وہ طریقہ کار جو بہتر سے بہتر ہو سکتا ہے انسان کے لحاظ سے،وہ ہمیں اسلام میں بتایا گیا ہے،لیکن دنیا کی طلب میں ہم ان سب کو بھول جاتے ہیں،معمولی دنیا کے لیے سارا وقت لگا دیتے ہیں،آپ دیکھتے ہیں کہ دن بھر آٹھ گھنٹے محنت کرنے کے بعد کیا ملا اتنا کہ جس سے آپ کھانا کھا سکیں،مزید تو کچھ حاصل نہیں ہوا،لیکن اسی کے لیے،ہم وہ طریقہ کار اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے تو وہ آپ کو دنیا میں بھی کام دیگی اور آخرت میں بھی۔

دل ودماغ دونوں مسلمان ہوں

عزیزو! آپ یہاں پڑھنے کے لیے آئے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل ہے،یعنی آپ وہ طریقہ کار معلوم کرنے کے لیے آئے ہیں جو دونوں جہانوں میں کامیابی کا سبب ہے،دنیا تو آپ کو اتنی ہی ملے گی جتنا اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے لیکن دین اس وقت ملے گا جب ہم اپنے کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گے،اور اس طریقہ پر چلنے کی کوشش کریں گے، آپ کو دوہرا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ آپ کو خود تو معلومات حاصل ہوں گی پھر ان معلومات کی انسان کو بہت ضرورت ہے،کیونکہ وہ بہت بھٹک گئے،اور ایسے بھٹک گئے ہیں کہ پوری انسانیت خطرے میں پڑ گئی ہے،محض خود غرضی اور دنیا طلبی کی وجہ سے ہر شخص دوسرے کو لوٹ لینا چاہتا ہے،ہر شخص دوسرے کی جیب کاٹ لینا چاہتے ہے،ہر شخص دوسرے کو روند ڈالنا چاہتے ہے،کسی کو جانا ہے اور راستہ وہی ہے تو دوسرے پر چڑھ کر چلا جائے گا، اس کو پیسے کی ضرورت ہے تو دوسرے کی جیب سے نکال لے گا،بات یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ یورپ وغیرہ میں اپنے لڑکوں سے نفرت ہے،لڑکوں کو مصیبت سمجھتے ہیں، اس لیے کہ ان کے آرام میں خلل پڑتا ہے،یعنی لڑکے کی فکر کریں تو آرام میں خلل ہوگا،کسی سے محبت نہیں ہے، صرف اپنے آپ سے محبت ہے،صرف تکاثر ہے،اگر آپ بھی وہی کرنے لگیں تو بڑے خسارہ کی بات ہوگی، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو موقع دیا ہے کہ آپ صحیح طریقہ جاننے کے لیے آئے ہیں،آپ دین سیکھنے آئے ہیں، جو ہمیں بہت صحیح طریقہ اور معتبر ذریعہ سے ملا ہے اور وہ آپ نہ سیکھ سکیں یا اس کو آپ دنیا ہی کے لیے سیکھیں تو پھر خسارہ کی بات ہے،ہم میں سے ہر شخص کو پہلے یہ طے کرنا چاہیے کہ وہ یہاں صحیح آیا ہے یا غلط آیا ہے،بعض دفعہ آدمی ٹھیک ہو کر غلط راستہ پر چلا جاتا ہے،ایک صاحب کو ریل سے امرتسر جانا تھا،اتفاق سے اسی وقت کلکتے جانے والی گاڑی بھی آئی تھی تو وہ اسی میں سوار ہوگئے،ایک دو اسٹیشن آگے جانے پر معلوم ہوا کہ وہ غلط راستہ پر آگئے،یہ تو کلکتہ جارہی ہے،ہمارے بعض طلبہ کا یہی مسئلہ ہے کہ وہ غلط گاڑی پر بیٹھ گئے ہیں،آئے تو ہیں دین حاصل کرنے کے لیے لیکن دماغ سے دنیا نہیں جارہی ہے،دماغ ہر وقت اسی میں لگا ہوا ہے کہ اور ملے،کیسے ملے،اور دل چاہتا ہے اور ہو،اور ہر وقت اسی کی فکر ہے۔

آخرت سے غفلت کیوں؟

بھائیو! سوچنے کی بات ہے کہ اگر آپ غلط گاڑی پر بیٹھ گئے ہیں تو افسوس کی بات ہے کہ جانا کہیں ہے اور کسی دوسری گاڑی میں بیٹھ گئے،وہ صاحب جو غلط گاڑی پر بیٹھ گئے تھے،اگلے والے اسٹیشن میں اترے اور انتظار کیا کہ دوسری گاڑی ملے جو ان کو پہونچائے تو لوٹیں،یہ بھی غنیمت ہے کہ لوٹ آئے،ورنہ ہوتا یہ کہ وہ سوتے رہتے اور غافل رہتے تو کلکتہ پہونچ جاتے، کتنا نقصان ہوتا،اس لیے عبرت کی بات ہے کہ ہم دنیا طلبی میں اس طرح نہ پڑ جائیں کہ ہمارا کیا کرایا سب دھرا رہ جائے،ہم یہ بات یونہی نہیں کہہ رہے ہیں،یہ عملی حقیقت ہے،ہم نے دنیا دیکھی ہے،یہاں بھی دیکھا ہے،یورپ بھی گئے ہیں،امریکہ دوبار جانا ہوا ہے،برطانیہ اور یورپ ہم آٹھ دس مرتبہ گئے ہیں،جنوبی افریقہ اور جاپان بھی گئے ہیں دیکھا کہ ہم سب تکاثر میں مبتلا ہیں،ہمیں اصل کی فکر نہیں جس سے سابقہ پڑنا ہے، جہاں جانا ہے اس کی فکر نہیں اور جہاں چند دن کی خاطر رہنا ہے اس کی ساری فکر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری مثال ایسی ہی ہے کہ کوئی سفر میں جارہا ہے،گرمی سخت ہوئی تو درخت کے نیچے ٹھہر گیا کہ تپش کم ہو تو آگے بڑھیں،اس سے زیادہ دنیا کی حقیقت نہیں ہے،جب ذرا دھوپ کم ہوگی تو وہ بھاگے گا،وہاں کوئی تعمیر نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کے لیے زمین ہموار کرے گا، اس لیے کہ اسے آگے جانا ہے،واقعی یہ مثال ہے دنیا کی،اس کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی ابد الآباد ہے،جو کبھی ختم نہ ہوگی،ہمیں جب تکلیف ہو تو رات

File F:\Front.tif not found.

گزارنا مشکل ہوجاتا ہے، تکلیف اور درد ہوتو ایک گھنٹہ گزارنا مشکل ہے، خدانخواستہ ایسا ہو کہ شب وروز برابر وہ تکلیف رہے، کم نہ ہو، ہر دم سال بھر رہے تو کیا ہوگا؟ ہم ایک گھڑی تکلیف برداشت نہیں کر پاتے تو آخرت کی تکلیف کیا برداشت کر پائیں گے؟ اس کا خیال ہمیں نہیں آتا تو کتنے بڑے خسارہ کی بات ہے، ہم اپنی من مانی اور دل چاہے پر لگے ہوئے ہیں، ہمارا سارا وقت اسی میں گزرتا اور صرف ہوتا ہے، اور تھوڑی بہت ہم جو محنت کرتے ہیں وہ بھی اس لیے کے بعد میں تھوڑا بہت فائدہ حاصل ہو، تو بڑی فکر کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو چیزیں عطا فرمائی ہیں، خود بھی صحیح راہ کو جاننا اور جب آپ فارغ ہوجائیں گے تو اس علم سے آپ دوسروں کو فائدہ پہونچائیں گے، آپ اپنا خاندان بھی درست کر سکتے ہیں، چہ جائیکہ آپ خود ہی غلط راستہ پر چلنے لگیں۔

وسائل اور مقاصد کا فرق جانئے !

پہلی بات تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑا فضل فرمایا ہے، کہ آپ کے یہاں آنے کا انتظام فرمایا، اللہ تعالیٰ جس کو کرنا چاہتا ہے اس کی تدبیر کرتا ہے، اور وہ چیز ہوجاتی ہے، تدبیر اصل نہیں، تدبیر ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم دینیہ کے مرکز میں بھیج دیا تا کہ یہاں آپ علم حاصل کر سکیں اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی بنا سکیں، جس سے آپ کو ہمیشہ کا آرام حاصل ہو سکے، اور ہمیشہ کی تکلیف سے آپ بچ سکیں، پھر جب آپ دوسروں کی ہدایت کا ذریعہ بنیں گے تو دوہرا فائدہ حاصل ہوگا۔

ہم آپ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اچھی طرح سے آپ اس بات کو ذہن میں بٹھا لیجیے کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں، ندوہ یا دینی مدرسہ میں پڑھنے کیوں آئے ہیں، اس کیوں کا جواب آپ کے پاس ہونا چاہیے، اگر صرف دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں تو آپ کو نہیں ملے گا، نانبائی کی دکان پر آپ کتاب خریدنے جائیں تو آپ کو نہیں ملے گی، نانبائی کی دکان پر آپ کو روٹی ملے گی، کھانا ملے گا، آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ اس کیوں کا جواب ہونا چاہیے، آپ یہاں اگر دنیا لینے کے لیے آئے ہیں تو یہی بات ہے کہ آپ کتاب لینے نانبائی کی دکان پر گئے ہیں، یہاں آنے کا مقصد آپ کے سامنے ہونا چاہیے، جب مقصد آپ کے سامنے ہوگا تو طریقۂ عمل بھی اس کے مطابق ہوگا، ہم یہ بات یوں ہی نہیں کہہ رہے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ طالب علم فارغ ہوگا تو کہتا ہے کہ مولانا اب کیا کریں، اور ادھر اُدھر بھٹکتا ہے، اس لیے کہ اس کے ذہن میں مقصد صاف نہیں، وہ یہی سمجھ کر یہاں آیا تھا کہ اس راستہ سے ہم فلاں جگہ پہونچیں گے، فلاں چیز حاصل ہو سکے گی، وہ حاصل نہیں ہو رہی تو ناکام سمجھے گا، اس لیے کہ اس نے یہ تعلیم اس لیے حاصل کی ہے کہ اپنے کو درست کریں یا صحیح طریقہ پر چلیں، جب ناکامی معلوم ہوئی، تو کیا ہوتا ہے "خسر الدنیا والآخرۃ" دنیا بھی نہیں مل رہی ہے اور آخرت بھی گئی۔

اپنا مقصد متعین کیجیے

آپ لوگ اپنا مقصد متعین کیجیے، اور جب آپ کا مقصد طے ہوگا تو آپ کا طریقۂ کار بھی صحیح ہوگا، آپ اگر لڑکوں سے پوچھیں کہ تم یہاں کیوں آئے ہو تو خود کہیں گے کہ یونہی آ گئے، آپ کا وقت بڑا قیمتی ہے، یہ وقت تو چند سال کا ہے جس میں آپ تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں، اس میں کوئی دوسرا کام جس سے فائدہ نہ ہو کوئی کیسے کر سکتا ہے، سوائے اس کے کہ اس کے ذہن میں کوئی مقصد نہ ہو، جب آدمی کے سامنے مقصد ہوتا ہے تو تفریح وغیرہ سب ختم ہوجاتی ہے، یہ دنیاوی تعلیم میں بھی ہوتا ہے کہ مشکل موضوعات خصوصاً سائنس کے طلبہ کسی بھی وقت آرام نہیں کرتے، ان کو اتنی محنت کرنی ہوتی ہے کہ سارا وقت اسی میں چلا جاتا ہے، لیکن ہمارے طلبہ کو کیسے وقت ملتا ہے کہ وہ ٹہل رہے ہیں، آجا رہے ہیں، اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے، اس لیے کہ ہم آپ کا بھلا کریں، آپ کے اساتذہ اور مدرسین آپ کا بھلا کریں، کہ آپ یہاں آئے ہیں تو کچھ لے کر جائیں، کچھ بن کے جائیں، اور آپ کا جو مقام ہونا چاہیے وہ آپ کو مل سکے، مقام آسمان سے یونہی ٹپکتا نہیں ہے، بلکہ بنانا پڑتا ہے، اور بنانے کے لیے آدمی کو بڑی محنت کرنی پڑتی ہے، پھر اس کے بعد اس کو تفریح کا، مزے اڑانے کا وقت نہیں ملتا، جب آدمی کے پاس کوئی مقصد نہ ہو تو مزے اڑانے کے چکر میں رہتا ہے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں فلاں مقام تک پہونچنا ہے تو وہ اس کے لیے اپنے آپ کو کھپا دیتے ہیں، ان کو رات میں سونے میں مزہ نہیں آتا۔

ہم آپ کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہوا کہ یہاں بھیج دیا تا کہ وہ تعلیم حاصل کر سکیں جس سے آپ کو ہمیشہ واسطہ پڑے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، قبر کے اندر بھی اور قبر کے باہر بھی، آپ کو وہ مقصد اپنانا چاہیے کہ جس سے آپ یہاں بھی کامیاب رہیں اور آخرت میں بھی، اس دنیا میں کوئی کارنامہ انجام دے سکیں اور دنیا کو فائدہ پہونچا سکیں۔

مسلم فاتحین ومصلحین کی زندگیوں سے سبق لیجیے

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی شخصیتیں گزری ہیں جنہوں نے دنیا میں غیر معمولی کارنامہ انجام دیا، سلطان صلاح الدین ایک علاقہ کے فرماں رواں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو جذبہ دیا تو پھر جیسے آگ لگ گئی، پھر اس نے تین ایسے اہم کام انجام دیے کہ تاریخ میں کم ہی ملے گی، ایک تو یہ کہ تاتاریوں کو شکست دی جس کے متعلق یہ طے ہو گیا تھا کہ اگر تم یہ

سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو مان لینا، لیکن یہ سنو کہ تاتاریوں نے کہیں شکست کھائی ہے تو یقین مت کرنا، اور پھر تاتاریوں نے اس طرح ظلم کیا تھا کہ کسی مسلمان کو پکڑ کر کہا کہ لیٹ جاؤ تو وہ لیٹ گیا، لیکن جیب میں چاقو نہیں ملا تو کہا کہ اٹھنا نہیں ابھی آتے ہیں، وہ گیا اور چاقو لا کر ذبح کیا، اور وہ اٹھ کر بھاگ نہیں سکا، سلطان صلاح الدین ایوبی پر اللہ تعالیٰ نے ایسا جذبۂ جہاد طاری کیا کہ تاتاریوں کو شکست دی، دوسرے یہ کہ بیت المقدس نوے سال سے یہودیوں کے قبضہ میں تھا، نوے سال ایسے ہوتے ہیں کہ تین نسلیں گزر جاتی ہیں، مسلمان مایوس ہو چکے تھے کہ اب بیت المقدس ہم کو نہیں مل سکتا، لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی نے بڑی محنت کر کے مسلمانوں کو متحد کیا اور پھر لڑ کر مسجد اقصیٰ حاصل کی، اور بیت المقدس فتح کیا، جو آج پھر مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے، اسی طرح مصر میں فاطمی نام کے شیعوں کی حکومت تھی جسے ختم کی۔

جب آدمی کرنے پر آتا ہے تو اتنا بڑا کارنامہ انجام دے دیتا ہے کہ تاریخ میں آبِ زر سے لکھا جاتا ہے، ایک نہیں تین تین کام انہوں نے کیے، تاریخ میں ایسی شخصیتیں گزری ہیں ہیں جنہوں نے دنیا کو اِدھر سے اُدھر سے کر دیا، پورے پورے ملک پر قبضے کر لیے، کشمیر میں امیر کبیر سید علی ہمدانی تنہا شخص تھے جنہوں نے تین تین دورے کیے، پہلے دورہ میں صرف جائزہ لیا، حالات کا اور قوم کے مزاج واخلاق کا، پھر خاکہ بنایا، پھر اپنی جماعت کے ساتھ جن میں ان کے مریدین اور خلفاء بڑی تعداد میں تھے تشریف لائے اور الگ الگ کام کے لیے بھیج دیا، اور اس کے بعد پورا کشمیر اسلام کے آغوشِ رحمت میں آ گیا۔

ایسے ہی سلطان شہاب الدین غوری اپنے سپہ سالار قطب الدین ایبک کے ساتھ کئی بار ہندوستان آئے، مگر وہ ٹک نہ سکے، پھر وہ شیخ وقت اور عظیم مصلح ومربی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ساتھ آئے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے اپنے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کعکی کو دہلی بھیجا، اور دونوں خطے اسلام کی آغوش میں آ گئے، اور آخر دور میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ مولانا کرامت علی جونپوری کو بنگال اور آسام بھیجا، وہ وہاں کی زبان سے بھی واقف نہیں تھے، لیکن وہاں کے لوگوں کو مانوس بنا کر محبت واخلاق سے پیش آ کر دعوت کا کام کیا، وہاں کے علاقے کے علاقے اسلام کے زیرنگیں آ گئے۔

اپنی طاقت پہچانئے!

اللہ تعالیٰ نے آپ میں بڑی طاقت رکھی ہے، اپنی طاقت کو پہچانیے، ساری طاقت کیا صرف کھانے کے لیے ہے؟ صرف اچھے کپڑے پہننے کے لیے ہے؟ اپنی طاقت کو آپ مٹی میں ملا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ میں ایسی طاقت رکھی ہے کہ آپ سب کچھ کر سکتے ہیں، مگر اس کے لیے محنت کرنی پڑے گی، وقت کی قیمت سمجھنی ہوگی، وقت محدود ہے، علم کے بغیر آپ کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں دے سکتے، آپ سڑک پر چلے جائیں تو سینکڑوں آدمی آپ کو گزرتے ہوئے مل جائیں گے، آپ کو کسی کی طرف توجہ نہیں ہوگی، کہ کون جا رہا ہے کون آ رہا ہے؟ لیکن آپ کوئی بڑا کارنامہ انجام دیتے ہیں تو آپ جہاں سے گزر جائیں گے آپ کو دیکھنے کے لیے مجمع لگ جائے گا، ایک بھیڑ جمع ہو جائے گی، اپنی طاقت کو پہچانیے، اپنے کو ضائع اور برباد مت کیجیے، جانور کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے کہ کھایا، پیا، آرام کیا اور کچھ نہیں، یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو طاقت دی ہے اور آپ اس کو ضائع کر رہے ہیں، آپ اس کو صحیح استعمال نہیں کر رہے ہیں، کھانا، پینا، سونا گھومنا، یہ انسان کے لائق چیزیں نہیں ہیں، اور ایک مسلمان کے لائق تو بالکل ہی نہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے، صحیح طریقہ دیا ہے، آپ کیا کر رہے ہیں، اسکی تفصیل کی ضرورت نہیں، آپ یہ جانتے ہیں کہ اس سے کیا نتیجہ نکلے گا۔

آپ یہاں آئے ہیں تو یہاں کی قدر کیجیے، یہاں جو آپ کو حاصل ہو سکتا ہے اس کو حاصل کیجیے تاکہ آپ کا یہاں آنا کامیاب ہو، آپ یہاں سے جائیں تو خوش ہو کر جائیں، کہ ہم کو بڑا فائدہ ہوا، ہم کو صحیح راستہ مل گیا، ہماری طاقت بڑھ گئی، اور اگر اتنا پڑھ لینے کے بعد بھی آپ فیصلہ نہیں کر پا رہے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔

........پاجا سراغِ زندگی

بھائی ہم آپ سے دردمندی کے ساتھ کہہ رہے ہیں، آپ کو غیر نہیں سمجھتے، آپ کو ہم اپنے خاندان کا فرد سمجھتے ہیں، اور اس خیال سے کہ آپ کامیاب ہوں، یہاں سے خالی ہاتھ نہ جائیں، اس لیے ہم آپ سے کہہ رہے ہیں، آپ کا معاملہ خود آپ کے ہاتھ میں ہے، کوئی کچھ نہیں کر سکتا، نہ استاد کچھ کر سکتا ہے نہ مہتمم کچھ کر سکتا ہے، آپ کو خود اپنے کو تیار کرنا ہوگا، محنت کرنی ہوگی اور صبر کرنا ہوگا، اور ہم نے اتنے سخت الفاظ میں بات کہی اس لیے کہ آپ کو اپنا سمجھتے ہیں، آپ خود سوچیے، یہاں آنے کا مقصد سمجھئے، اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کیجیے، تاکہ آپ کچھ بن کر جائیں اور کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکیں جو تاریخ میں جلی حروف سے لکھا جائے کہ فلاں نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

بس اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق سے نوازے، اور قبول فرمائے، اور اپنے مقبول بندوں کے ساتھ حشر فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

عصر حاضر

ذرائع ابلاغ کا دورُخا پن

● ....مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

تاریخ انسانی نے ہر دور میں میڈیاMEDIA کی افادیت کو سراہا اور تسلیم کیا ہے، اور اس کی نافعیت ہر زمانہ میں برقرار رہی ہے، البتہ دور حاضر میں یہ انسانی معاشرہ کی ایسی ضرورت ہوگئی ہے جس کو کبھی اس کے تن سے جدا نہیں کیا جاسکتا، یہ کبھی انسانیت کو تعمیر وترقی اور فلاح وبہبود کی منزل کی طرف لے جانے اور کبھی اس کے محل کو مسمار اور تاراج کرنے میں اہم رول ادا کرتا ہے، تو کبھی افراد قوم کے عزم وحوصلہ کی تلوار کو زنگ آلود کرنے اور کبھی ان کے اخلاق وکردار کو جلا بخشنے میں ایک مؤثر کردار ادا کرتا ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ یہ دودھاری تلوار کے مانند ہے، جہاں اس کا صحیح اور درست استعمال انسانیت کے تن مردہ میں جوش وولولہ کی روح پھونکتا ہے، وہیں اس کا غلط اور بے جا استعمال انسانی زندگی کے لیے سم قاتل ثابت ہوتا ہے۔

دور حاضر میں ذرائع ابلاغ اور میڈیا کی ترقی اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس طور پر لگایا جاسکتا ہے کہ یہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر چھایا ہوا ہے، اس کے اثر ورسوخ اور کارفرمائی کا عالم یہ ہے کہ شہر تو شہر گاؤں اور دیہات کی زندگی میں بھی یہ خون کی طرح دوڑ رہا ہے، اور علم ودانش کے بڑے بڑے اداروں، صنعت وتجارت کی عالمی منڈیوں، بڑی بڑی سیاسی پارٹیوں کی شہرت کا سارا کھیل میڈیا کے سر ہے، اور عالمی سیاست کی بساط پر تو میڈیا اس طرح عصائے قاہری لیے بیٹھا ہے جس طرح عہد کہن میں راجہ مہاراجہ چوپال میں بیٹھ کر اپنے عوام پر بار فرمان لادا کرتے تھے، اور کسی کو کیا مجال کہ چوں کردے، موجودہ ذرائع ابلاغ میں انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن کو جو مقام حاصل ہے وہ دوسرے ذرائع ابلاغ جیسے ریڈیو، اخبار وغیرہ کو حاصل نہیں۔

لیکن انسانی تاریخ کے ذخیرہ کی ورق گردانی کرنے والا اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ جس وقت اسلام کی کرنیں وادی بطحا کے ریگ زاروں سے پھوٹ رہی تھیں اور اس کی شعاعیں مغرب و مشرق کے خطوں میں جگمگا رہی تھیں، اسی روز سے اسلام نے میڈیا کی اہمیت کی طرف لوگوں کی نگاہوں کو پھیرا اور اپنے عالمی دین اور آفاقی پیغام کی ترویج واشاعت میں میڈیا کی مختلف اصناف کا استعمال کیا، کبھی اس نے اپنے پیغام کے لیے خطابت کا راستہ اختیار کیا تو کبھی اس نے خط و کتابت کی راہ اختیار کی، تو کبھی اپنے رب کریم کی طرف بلانے کے لیے علم وحکمت کے دامن کو سنبھالا، تو کبھی اس نے شیریں دہانی سے گفتار دلبرانہ کا نمونہ پیش کیا، لہٰذا یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ میڈیا نے اسلام کے آغوش میں آنکھیں کھولی، اور اسی کے سایہ میں وہ پروان چڑھا، کیونکہ اسلام اپنے جلو میں ایک عالمی اور آفاقی دین لے کر نمودار ہوا تھا، جس کا عالمی اور آفاقی پیغام نوع انسانی کے لئے شفقت ومحبت پیدا کرنا تھا، انہیں امن وسلامتی کے ساتھ زندگی کے مراحل طے کرنے کا سلیقہ سکھانا تھا، ان کے درمیان اخوت و بھائی چارگی کی روح پرور فضا قائم کرنی تھی، نیکیوں کی طرف بلانا اور برائیوں سے بچانا تھا، چنانچہ اسی بنیادی اور طاقتور نظریہ کا مثبت نتیجہ تھا کہ اس کا یہ عالمگیر پیغام زبان وقلم کے سائے میں ایک سرزمین سے دوسری سرزمین تک اپنی روحانی کرنیں بکھیرتا رہا، اور انسانیت کی کشت ویراں کو سیراب کرتا رہا، اور بھٹکے ہوئے آہوؤں کو کھینچ کھینچ کر سوئے حرم لاتا رہا، یہاں تک کہ پہلی صدی ہجری کے اخیر تک اس کا پرچم دنیا کے اکثر وبیشتر حصہ پر لہرانے لگا، اور بنی نوع انسان کی ایک کثیر آبادی اس کی آغوش میں پناہ لینے لگی۔

ہر صاحب فکر ونظریہ تسلیم کرتا ہے کہ زبان و قلم دونوں افکار ونظریات کی ترویج کا سرچشمہ ہیں، مگر دونوں کے استعمال میں قدرے فرق ہے، تاثیر دونوں کی مسلم ہے، چنانچہ قلم کے ذریعہ واقعات وحوادث کی تصویر کشی اور اس کی تفصیل وتشریح اور خبروں کی منتقلی کا کام کیا جاتا ہے البتہ اس کے ذرائع میں سے انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن اور ریڈیو ہے، دوسری طرف زبان کے ذریعہ بھی افکار وخیالات، نظریات ورجحانات منتقل کیے جاتے ہیں، مگر اس کے لیے بیان و خطابت کو وسیلہ بنایا جاتا ہے، اور یہ کام کانفرنسوں، جلسہ وجلوس میں کسی مسئلہ کو پیش کر کے یا قرار دادیں منظور کر کے کیا جاتا ہے، اور قرآن کریم میں جو لفظ بلاغ استعمال کیا گیا ہے، اس کا مفہوم ہی کلام کو دوسروں تک پوری دیانتداری اور سچائی کے ساتھ پہونچانا ہے، اور

File F:\Front.tif not found.

بلاغ یعنی پہونچانے کا انداز واسلوب زمانے کی کروٹوں کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔

لیکن انداز کے اختلاف کے باوجود ان کا نصب العین ہمیشہ ایک رہا، اور وہ نصب العین ہے افراد قوم کے درمیان اتحاد وسالمیت کا تحفظ، سماج میں محبت اور یگانگت، میل جول، بھائی چارگی اور رواداری کے جذبات کو مستحکم بنانا، اخلاقی اقدار کو فروغ دینا اور قومی کردار کی تعمیر کرنا، تخریب کاری، نفرت وعداوت، عصبیت و جہالت، غلط بیانی اور پروپیگنڈے سے دور رہنا، یہیں سے قرآن وحدیث کے اندر آئے ہوئے لفظ ''بلاغ'' کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، لیکن ان حقائق کے باوجود افسوس اور صد افسوس کہ دور حاضر کا علمی میڈیا اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں وہی دہراتا ہے جو اسے استاد ازل نے روش اول سے سکھا رکھا ہے، آج کا عالمی میڈیا جس پر مغرب کی اجارہ داری ہے، اپنی تمام سرگرمیاں اور اپنے جملہ وسائل کا استعمال اسلام کی شان و شوکت کو کم کرنے، اس کی تہذیب وثقافت کے روشن چہرے کو مسخ کرنے، اس کے آفاق گیر پیغام کی دھجیاں بکھیرنے، اور غلط بیانات اور پروپیگنڈوں کے ذریعہ اس کی آہنی دیوار میں شگاف ڈالنے کے لیے کر رہا ہے، وہ عالم اسلام اور مسلمانوں کو ہر جگہ رسوا و بدنام کر کے ان کے عزم وحوصلہ کو ختم کر دینا چاہتا ہے، اور اس کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ انہیں یاس و قنوط کی ایسی لامتناہی کھائی میں ڈھکیل دیا جائے جہاں سے کامیاب اور زندہ قوم کے مستقبل کے امکانات کے تمام دروازے بند ہوجاتے ہیں، اور عظمت رفتہ کی بازیابی کی راہ میں شکست خوردگی کے احساس کا ایسا بھاری پتھر رکھ دیا جائے کہ اس کے بارے میں سوچنے کے سارے سوتے خشک ہوجائیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ مذموم ذہنیت اور ناپاک سازشیں جن کے بوجھ تلے عالم اسلام کراہ رہا ہے، مغربی طاقتوں اور اسرائیل کے ظالم حکمرانوں کی ماتحتی میں انجام دی جارہی ہیں جنہوں نے آزادئ رائے، انصاف پسندی، قوموں کے حقوق کا احترام اور آپسی تعاون اور خیر سگالی کا ڈھنڈورا پیٹ رکھا ہے، اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ امن وسلامتی کا پرچم بردار اگر دنیا میں کوئی ہے تو وہ مغرب اور اسرائیل ہے، کس قدر اندھیر ہے کہ بھیڑیا اپنے کو بکریوں کا محافظ قرار دے رہا ہے اور دنیا کی حماقت بھی قابل تعریف ہے کہ امن کی دھجیاں بکھیرنے والوں اور انسانوں کا لہو پینے والے درندوں اور ان کی تڑپتی، سڑتی، گلتی لاشوں کو دیکھ کر تھر کنے والوں کو واقعتاً امن وسلامتی کا ضامن تصور کر رہی ہے، ایسا کیوں؟ اس لئے کہ مغربی میڈیا نے اقوام عالم کو ایسی افیون کی گولی کھلادی ہے کہ پوری دنیا میڈیائی افیون سے مدہوش ہے، کیا آج آپ کو عالمی میڈیا کے اندر سچائی وامانتداری کی کوئی خوشبو نظر آتی ہے، کیا اس کے اندر عوام کے احساسات وجذبات کے احترام کی کوئی کرن دکھائی دیتی ہے؟ اور مسلمانوں کے تعلق سے واقعہ کی صحیح تصویر کشی کے کسی ادنی نمونہ کی کوئی جھلک جو تصویر کے سچے رخ کو پیش کردے؟ آج کا عالمی میڈیا عالم اسلام کی تمام تر علمی اور ثقافتی سرگرمیوں اور نوع انسانی کی تعمیر وترقی میں ان کی تمام تر کدوکاوش اور جہد پیہم پر اس طرح پردہ ڈالتا ہے کہ جیسے عالم اسلام پر کبھی تہذیب وثقافت اور علوم وفنون کی فصل بہار گذری ہی نہیں، حالانکہ پوری دنیا بالخصوص یورپ کے ظلمت کدوں کو علم سے روشناس کرانے والا اسلام اور اس کے ماننے والے ہیں، اس کے برعکس کسی غیر اسلامی ملک کے معمولی سے واقعہ کو پہاڑ بنا کر پیش کرتا ہے، اور اس کو عالمی منظرنامے پر لانے کیلئے اپنی تمام کوشش صرف کردیتا ہے، اور غیر معمولی اہمیت کے ساتھ اس کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، چاہے پیش کردہ تصویر اور حقیقی تصویر میں واضح تضاد پایا جاتا ہو، لہٰذا اگر آج ہم انسانی قدروں کی بات کریں اور عالمی میڈیا کے میدان میں اس کو تلاش کریں تو یہ دیوانے کی بڑ سے کم نہیں، کیونکہ آج اس کا نصب العین صرف اور صرف مسلمانوں کے مضبوط ومستحکم وجود کو کمزور کرنا، اس کی ثقافت وتہذیب کو ملیا میٹ اور اس کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آج کا مغربی میڈیا عالم اسلام اور پیروان اسلام کے خلاف عسکری یلغار کا ایک رمز ہے، اس کی اس طرح کی یورش اور اس کی اس ناپاک ذہنیت کی ابتدا تو طلوع اسلام سے آج تک قائم ہے، جس کا اظہار قرآن نے چودہ سال پہلے کردیا تھا اور قوم مسلم کو یوں خطاب کرکے آگاہ کیا تھا۔

"وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى"[سورہ بقرہ] (یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے

File F:\Front.tif not found.

پر نہ چلنے لگو، صاف کہہ دو کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے)۔

لہٰذا ہمارا خیال ہے کہ موجودہ میڈیا کا جو استعمال ہو رہا ہے یعنی نوع انسانی کے دامن کو تار تار کرنے ، امت مسلمہ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے ، اسے دہشت گرد قوم قرار دینے اور اس کے خلاف رائے عامہ کو ہموار اور نوع انسانی سے اس کو الگ تھلگ کرنے کی مذموم حرکتوں کی توقع وحشی جانوروں سے بھی نہیں کی جاسکتی ہے، چہ جائے کہ مہذب انسانوں سے ان کا صدور ہو، کس قدر عقل کو مبہوت کرنے والی بات ہے کہ جانوروں کی سوسائٹیاں اور ان کا سماج اس طرح کے وحشیانہ اعمال سے پاک ہو، مگر انسان کہلانے والی مہذب قوم کا سماج اس طرح کی قبیح لعنتوں میں گلے گلے ڈوبا ہوا ہو، عقل حیران ہے کہ اس نوع کے سماج کو کس عنوان سے یاد کرے۔

میڈیا کا یہ دو رخا پن نہ صرف تشویشناک ہے، بلکہ پوری نوع انسانی کو تباہی کے دہانے سے قریب تر کرنے کی ایک گھناؤنی کوشش ہے، چنانچہ آج میڈیا پر جن لوگوں کا تسلط ہے ان کا یہ انسانی فرض بنتا ہے کہ وہ اس کو تعمیری اور انسانیت کے دکھ درد کا مداوا کرنے کے لیے استعمال کریں، وہ دن دور نہیں ہے، جب میڈیا کا یہ زہر خود ان کے وجود میں سرایت کر جائے گا، اور ان کے وجود کو مٹا کر دم لے گا، کیوں کہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ”چاہ کن را چاہ در پیش“ اسی لیے مغربی میڈیا کے اجارہ داروں کو ہوش کا ناخن لینا چاہیے اور حکمت و دانائی کی راہ اپنا کر انسانیت کی حفاظت کا سامان کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

ہماری مطبوعات

☆عمدہ کاغذ ☆بہترین طباعت ☆خوبصورت سرورق

نمبر شمار	اسمائے کتب	قیمت
۱	زعیمان لحرکۃ الاصلاح	70/=
۲	روداد چمن	200/=
۳	الصحافۃ العربیۃ	160/=
۴	تمرین الصرف	55/=
۵	رسالۃ التوحید	60/=
۶	دیوان الحماسۃ (اول)	165/=
۷	دیوان الحماسۃ (دوم)	165/=
۸	فتاویٰ ندوۃ العلماء (اول)	350/=
۹	فتاویٰ ندوۃ العلماء (دوم)	400/=
۱۰	فتاویٰ ندوۃ العلماء (سوم)	400/=
۱۱	مختار الشعر العربی (اول)	15/=
۱۲	مختار الشعر العربی (دوم)	18/=
۱۳	العقیدۃ السنیۃ	20/=
۱۴	تاریخ الادب العربی (الاسلامی)	125/=
۱۵	تاریخ الادب العربی (الجاھلی)	70/=
۱۶	مقدمہ شیخ عبدالحق دہلویؒ	50/=
۱۷	اسلام کی تعلیم	16/=
۱۸	تفہیم المنطق	150/=
۱۹	مبادی علم اصول الفقہ	20/=
۲۰	سوانح صدر یار جنگؒ	200/=
۲۱	مختار من صفۃ الصفوۃ	150/=
۲۲	شرح العقیدۃ الطحاویۃ	55/=
۲۳	اصول الشاشی	60/=
۲۴	علم اصول الفقہ	100/=
۲۵	حیات عبدالباریؒ	150/=
۲۶	تاریخ ندوۃ العلماء (اول)	170/=
۲۷	تاریخ ندوۃ العلماء (دوم)	180/=

ملنے کے پتے:

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ	9889378176
مکتبۂ اسلام، امین آباد، گوئن روڈ، لکھنؤ	9415912042
مکتبہ الفرقان، نظیر آباد ،لکھنو	9936635816
مکتبہ علمیہ، شباب مارکیٹ ندوہ روڈ ،لکھنؤ	9198621671
مکتبہ طوبیٰ، ندوی منزل، ندوہ روڈ ،لکھنؤ	9005505629

ایک ضروری اعلان: بعض ناشرین کتب نے مجلس صحافت ونشریات کی کتابیں غیر قانونی طور پر طبع کرالی ہیں، اس لیے قارئین سے گذارش ہے کہ مجلس کی جملہ درسی وغیر درسی کتابیں درج بالا مکتبوں ہی سے خریدیں اور بذریعۂ ڈاک بھی طلب کریں، مادر علمی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ساتھ آپ کا یہ نہایت مخلصانہ تعاون ہوگا۔

ناشر:

مجلس صحافت ونشریات

ٹیگور مارگ ،ندوۃ العلماء ،لکھنؤ

File F:\Front.tif not found.

فکر معاصر

نئے چیلنجز کے لیے نئی حکمت عملی کی ضرورت

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

امت اسلامیہ آج جس پرآشوب دور سے گزر رہی ہے، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، دنیا کے ہر خطہ میں امت اسلامیہ مختلف مسائل، مشکلات، خطرات اور چیلنجز سے دوچار ہے، اغیار اسلام اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے اور وسائل اختیار کررہے ہیں، دوسری طرف داخلی اختلاف وافتراق، خلفشار و انتشار، مسلکی جھگڑوں اور گروہی تصادم نے امت اسلامیہ کو کھوکھلا کردیا ہے۔

مسلمان آج زندگی کے ہر میدان میں مشکلات وخطرات کے نرغے میں ہیں، معاشرتی، تہذیبی، تمدنی، لسانی، سیاسی، اقتصادی اور عقیدہ کے لحاظ سے خطرات وچیلنجز کا سامنا ہے، دنیا کے ہر ملک میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے، خواہ وہ اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں، چین سے لے کر امریکہ تک؛ بلکہ مشرق و مغرب میں مسلمان ابتلاء وآزمائش کے دور سے گزر رہے ہیں، مسلمانوں کو درپیش موجودہ صورت حال اور یہ مصیبتیں کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ مسلمان ماضی میں بھی دنیا کے مختلف خطوں میں بارہا پُرفتن و پُرآشوب دور سے گزرچکے ہیں، وہ اگرایک خطہ میں آزمائشوں وخطرات سے گزررہے ہوتے تو دوسرے خطہ میں کرسی اقتدار پر فائز ومتمکن ہوتے، چنانچہ کہا جاتا تھا کہ اسلام کا سورج اگر دنیا کے ایک خطہ میں غروب ہوتا ہے تو دوسرے خطہ میں طلوع ہورہا ہوتا ہے، تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں ہیں۔

ماضی میں مسلمانوں کی آزمائشیں اور مشکلات عسکری اور فوجی نوعیت کی تھیں، جن کے نتائج وعواقب محدود ہوا کرتے تھے، اسی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں انقلاب اور بیداری کے اسباب پیدا ہوئے، لیکن مسلمان آج جن حالات سے دوچار ہیں، وہ ماضی سے مختلف اور جداگانہ ہیں؛ بلکہ موجودہ حالات سامراجی عہد سے مختلف ہیں جب کہ اس سے قبل سارا عالم اسلام سامراج کے قبضہ میں تھا۔

ایک طرف صورت حال یہ ہے کہ اسلام اس وقت ان علاقوں میں بھی اپنے وجود کو منوا رہا ہے، جہاں ماضی میں اسلام کا کوئی نام لیوا نہ تھا، یورپ میں مساجد، دینی مدارس، اسلامی سنٹرز اور اداروں کا قیام ایک عام بات ہے، یورپ میں متعدد سرکاری اسکولوں میں اسلامی تعلیم اور اسلامی شریعت پر عمل کی اجازت دی جارہی ہے، جب کہ ماضی میں یورپ میں اس طرح کے اسلامی آثار کا وجود نہیں تھا، غیر مسلم حلقوں میں قرآن کریم کی مقبولیت روز افزوں ہے، عالمی سطح کی یونیورسٹیوں میں اسلامی مطالعہ کی کرسیاں (Chairs) قائم ہورہی ہیں، ماضی کے مقابلہ میں آج اسلام کے مطالعہ کے مواقع زیادہ میسر ہیں اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کیے جارہے ہیں، بلاشبہ یہ صورت حال خوش آئند ہے، اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اس کے اثرات ظاہر ہورہے ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے خلاف عالمی سازشیں بھی زوروں پر ہیں، اسلامی تشخص کو مٹانے اور ختم کرنے کے لیے فکری، سیاسی، اقتصادی، ثقافتی، تمدنی اور فوجی ہر طرح کے وسائل اختیار کیے جارہے ہیں، یہ عالمی سازشیں پوری امت اسلامیہ کے لیے خطرہ کا موجب ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ذرائع ابلاغ اور وسائل نشرواشاعت کے ذریعہ سے زبردست گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اور نام نہاد اسلامی دہشت گردی کا ہوا کھڑا کیا جارہا ہے۔

یہ سازشیں بیک وقت فوجی، سیاسی، فکری اور تہذیبی یلغار کی شکل میں جاری ہیں، طرفہ تماشا یہ کہ مسلمانوں کے سامنے دفاع کے تمام دروازے بند کردیے گئے ہیں، حتی کہ اپنے کو بے گناہ بھی ثابت نہیں کرسکتے، مسلمانوں کو زبردست پروپیگنڈہ کا سامنا ہے، جس کا وہ وسائل اور صلاحیت کے باوجود مقابلہ نہیں کرسکتے، حالانکہ وہ حق پر ہیں، اور ان پر میڈیا کے ذریعہ لگائے جانے والے تمام الزامات سے وہ کوسوں دور ہیں، لیکن ان کے پاس طاقتور اور مؤثر وسائل ابلاغ نہیں ہیں، جبکہ دشمن علمی اور انسانی تمام وسائل پر قابض ہے، اور خود مسلمان حکومتیں ان کے خلاف ہیں، اس لئے کہ یہ حکومتیں خوفاً یا طمعاً اسلام دشمن عالمی طاقتوں کے تابع ہیں۔

خطرناک بات یہ ہے کہ مسلم ملکوں کے نصاب تعلیم سے ان موضوعات ومضامین اور ایسے مواد کو نکالا جارہا ہے جس سے طلبہ میں اسلامی شعور وبیداری اور اسلامی فکر ورجحان پیدا ہوتا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی احساس وشعور سے عاری کردیا جائے تاکہ وہ سازشوں کا ادراک نہ کرسکیں، پوری دنیا میں

File F:\Front.tif not found.

اسلامی مدارس اور دینی مکاتب کے خلاف مہم چلائی جارہی ہے اوران مدارس کو اہل خیر حضرات سے ملنے والی امداد پر پابندی لگائی جارہی ہے، خلیج کا بحران اسی مہم کا ایک حصہ بتایا جارہا ہے۔

امت اسلامیہ کے خلاف عالمی پیمانے پر جو جنگ جاری ہے وہ نفسیاتی اور شعوری جنگ ہے جو اعصابی جنگ سے زیادہ خطرناک ہے، بلکہ سرد جنگ سے بھی زیادہ خطرناک ہے جو سوویت یونین کے زمانہ میں مغربی یورپ اور مشرقی یورپ کے درمیان جاری تھی، اسلام مخالف طاقتیں فکرو فن اورادب لٹریچر کی راہ سے اسلام کو ایسی شکل میں پیش کرنا چاہتی ہیں جو ان کے تصور اور نظریہ کے مطابق ہو۔

بیرونی حملہ کے ساتھ ساتھ مسلمان داخلی طور پر بھی ایسے وقت میں باہمی اختلافات وانتشار کا شکار ہیں جب کہ انہیں اتحاد واتفاق کی ضرورت ہے، یہ بھی عالمی سازش کا ایک حصہ ہے کہ مسلمانوں کو باہم لڑا کر ان کی طاقت وقوت منتشر اور کمزور کردی جائے اور وہ دشمنوں کی سازشوں اور مکاریوں سے بے خبر رہیں، آج الجزائر، افغانستان، عراق، شام، یمن، صومالیہ، سوڈان، خلیج عربی اور دوسرے اسلامی ملکوں میں جو کچھ ہورہا ہے وہ اس کا ثبوت ہے، جہاں مسلمانوں کو مسلکی بنیاد پر، اقتصادی، طبقاتی، خاندانی اور فکری بنیاد پر اختلافات اور ٹکراؤ میں الجھایا جارہا ہے، مختلف گروپوں میں مسلح تصادم کرایا جارہا ہے، خودکش حملے کرائے جارہے ہیں جن میں مسلمانوں ہی کا جانی ومالی نقصان ہوتا ہے، غیر مسلم اکثریتی ممالک میں مسلمانوں پر طرح طرح کا دباؤ ڈالا جارہا ہے، ذرائع ابلاغ اور نصابی کتابوں کے ذریعہ مسلمانوں کی دل آزاری کیا جارہی ہے، ملک دشمن کہا جارہا ہے، اوران پر دہشت گردی، وطن دشمنی اور قدامت پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے۔ دوسری طرف سامراج متعدد ملکوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش کررہا ہے۔

مسلمان جن خطرات سے دوچار ہیں ان میں وہ فکری وثقافتی یلغار بھی ہے جو موجودہ دور میں اصلاح پسند اور آزادانہ خیالات وافکار کے حامل مسلم مفکرین، دانشور اور محققین اور نام نہاد دانشور کررہے ہیں، ماضی میں یہ فکری وثقافتی یلغار یورپی مفکرین ومستشرقین کررہے تھے جن کا دائرہ اثر معلوم ومحدود تھا، اس سے موجودہ فکری وتہذیبی یلغار زیادہ خطرناک ہے، آزادانہ خیالات کے حامل مسلم مفکرین بھولے بھالے، سیدھے سادے اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں، اوران کے دلوں میں اسلامی تعلیمات واحکام کے تعلق سے شکوک وشبہات پیدا کردیتے ہیں، ان کا لٹریچر عربی، فارسی، اردو اور مسلمانوں میں رائج مختلف زبانوں میں شائع ہورہا ہے، اور بیرونی طاقتیں اور مسلم حکومتیں ان کی سرپرستی کررہی ہیں اوراس طرح وہ مسلم حلقوں میں عام کیا جارہا ہے، انہیں اسلام مخالف طاقتیں ہرطرح کا تعاون بہم پہنچارہی ہیں، اور اب انٹرنٹ، اخبارات ورسائل اورنشرواشاعت کے جدید وسائل نے اس کو اور آسان کردیا ہے، دوسری طرف جو افراد ان خطرات کا مقابلہ کرسکتے ہیں وہ یا تو قید و بند کا شکار ہیں یا حقیقت اور صحیح صورت حال سے واقف نہ ہونے کی بنا پر خاموش ہیں، یا گوشہ نشینی کو ترجیح دیتے ہیں یا وہ قدیم تاریخ کے مسائل وامور میں الجھے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے ان کو نئے نئے چیلنجز اور خطرات پر اوران مسائل پر توجہ دینے کا موقع ہی نہیں ملتا، جن پر امت اسلامیہ کے وجود کا دارومدار ہے۔

پوری دنیا میں خاص طور سے اسلامی ملکوں میں عیسائی مشنری کے مختلف تعلیمی، ثقافتی اور رفاہی ادارے اور نیٹ ورک (Net-work) کام کررہے ہیں، عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں ان ملکوں میں شباب پر ہیں، جو جنگوں سے نڈھال ہوچکے ہیں یا طبقاتی کشمکش، معاشی واقتصادی پریشانیوں سے دوچار ہیں، بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں پہلے چرچ کا وجود نہیں تھا، اب وہاں عیسائی عبادت گاہیں اور چرچ قائم ہوچکے ہیں مثال کے طور، خلیجی ممالک، متحدہ عرب امارات، عراق، افغانستان اور موریطانیہ وہ ممالک ہیں جہاں پہلے چرچ کا وجود نہیں تھا، لیکن اب جگہ جگہ چرچ نظر آنے لگے ہیں اور مسلمان ملکوں میں عیسائی آبادی کا تناسب بڑھانے کے لیے زبردست کوششیں ہورہی ہیں، عالمی طاقتیں مسلم ملکوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو بغاوت اور علیحدگی پر اکسارہی ہیں، جیسا کہ انڈونیشا اور سوڈان میں ہوا، اور متعدد ملکوں میں اس کی کوششیں کی جارہی ہیں، عیسائی مشنریوں کو یورپی ملکوں کا بھرپور تعاون وحمایت اور سرپرستی حاصل ہے، عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں بھی ایک بڑا خطرہ ہیں، اس کا مقابلہ صرف دعوت اسلامی کی کوششوں سے کیا جاسکتا ہے، اس کے لیے شعور عام کرنے کی ضرورت ہے اور جدید وسائل اختیار کرتے ہوئے تعلیم وتربیت اور دعوت و اصلاح کے کاز کو فعال اور مؤثر بنانا ضروری ہے۔

آج مسلمانوں کو ہر موقع پر مجرم گردانا جارہا ہے، ان کو دہشت گرد، انتہاپسند، امن دشمن کہا جارہا ہے، دنیا کے کسی بھی حصہ میں پیش آنے والے دہشت گردی کے واقعہ کو آسانی کے ساتھ مسلمانوں سے جوڑ دیا جاتا ہے، ذرائع ابلاغ کے

File F:\Front.tif not found.

ذریعہ ایسی صورت حال پیدا کردی گئی ہے کہ ہر جگہ مسلمان مشتبہ سمجھا جاتا ہے، لوگ اس سے خوف وڈر محسوس کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے تعلق سے یہ سلبی ومنفی تصور میڈیا کی دین ہے، جس نے یہ پروپیگنڈہ کرکھا ہے کہ ”صرف اورصرف اسلام ہی دہشت گردی کا سرچشمہ ومنبع ہے“ یہ موجودہ صورت حال جنگ سے زیادہ خطرناک ہے۔

موجودہ حالات کا مقابلہ اوراصلاح کے لیے سنجیدہ، مثبت اورٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے، حالیہ سالوں میں بعض حلقوں کی طرف سے بدگمانی، غلط فہمی، خوف ودہشت اورشک وشبہ کے ماحول کوختم کرنے کے لے بین المذاہب مذاکرات کا دور شروع کیا گیا ہے، اس مہم کا مقصد، مسلمانوں کے تعلق سے جوسلبی ومنفی رائے قائم کی جارہی ہے، اس کا ازالہ بتایا گیاہے، یہ ایک مثبت کوشش ہے، لیکن عالمی طاقتیں جانب دارانہ کارروائیاں کررہی ہیں، بلکہ موجودہ سپر پاور کی تمام تر کارروائیوں کا ہدف اسلام اورمسلمان ہیں جب کہ دنیا کے مختلف خطوں میں جودہشت گرد اورانتہاپسند تنظیمیں اورادارے پھیلے ہوئے ہیں ان سے سپرپاورنہ صرف یہ کہ صرف نظر کرتا ہے بلکہ ان کی سرپرستی کرتا ہے، اسی طرح عالمی میڈیااورذرائع نشرواشاعت مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت پیدا کرنے والا لٹریچر شائع کررہے ہیں، اورمسلم دشمنی پر مبنی کتابیں اور مضامین شائع کئے جارہے ہیں، اگر یہ معاندانہ رویہ ترک نہیں کیا گیااوراس کوروکنے کی کوشش نہیں کی گئی تواس سمت میں بظاہر مثبت دکھائی دینے والا اٹھایا گیا کوئی قدم ایک سراب ثابت ہوگا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مختلف تہذیبوں اورمذاہب کے ماننے والوں کے درمیان باہمی اعتماداورمفاہمت پیدا کرنے کے لیے کوششیں کی جائیں، اس سلسلے میں ادبا، مفکرین، دانشور اور صحافی اورمیڈیا سے وابستہ افراد اچھا رول ادا کرسکتے ہیں، اس کے لئے تعمیری ومثبت اور منصفانہ ذہنیت کے حامل میڈیا کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں مسلمانوں کی ذمہ داری اورزیادہ بڑھ جاتی ہے کیونکہ وہ مجرم گردانے جارہے ہیں، چنانچہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ علم وفن کے ذریعہ، میڈیا کے ذریعہ اورجامع مذاکرات، مثبت ڈائلاگ اورشخصی وانفرادی ملاقاتوں کے ذریعہ غلط فہمیوں کودور کریں، اوراسلامی تعلیمات کی صحیح تصویر پیش کریں، اسی کے ساتھ ساتھ مخالفانہ و معاندانہ کارروائیوں پرردعمل کے اظہار سے گریز کریں، اور اشتعال انگیزی کا جواب اشتعال انگیزی سے نہ دیں کیونکہ یہ طریقہ حالات کو مزیدابتر بنادے گا، ان کواسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے اورغلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے علمی، فنی، ثقافتی اوراجتماعی کوششیں کرنی چاہئیں اورمخالفانہ حلقوں تک رسائی اورتفہیم کے لیے مواقع تلاش کرنے چاہئیں۔

موجودہ صورت حال میں اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان ہوشمندی، دانشمندی، اور صحیح فہم وفراست کا ثبوت دیتے ہوئے حالات کا جائزہ لیں، اورسازشوں اورخطرات سے باخبر رہیں، اورچیلنجوں اورخطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے حکمت عملی پر مبنی مناسب اورصحیح حکمت عملی اپنائیں اورفکروفن زبان وادب، تہذیب وثقافت اور تفریحی پروگراموں کے راستہ سے جو حملے ہورہے ہیں ان ہی ذرائع سے اس کا مقابلہ کیا جائے، کیونکہ مدافعت کی حکمت یہی ہے کہ وہ ہتھیاراختیارکیا جائے جودشمن اختیارکرتا ہو، فرمان الٰہی ہے: ”وَأَعِدُّوا لَهُم مَا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ، وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ، وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ، إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“[انفال:۶۰] (اوران سے مقابلہ کے لیے جس قدر بھی تم سے ہوسکے سامان درست رکھو، قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جن کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھتے ہو، اللہ کے دشمنوں اوراپنے دشمنوں پر، اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی، کہ تم انہیں نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے، اورجوکچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے، وہ تمہیں پوراپورا دیدے گا، اورتمہارے لیے ذرا بھی کمی نہ ہوگی، اوروہ اگر صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس کی طرف جھک جائیں، اوراللہ پر بھروسہ رکھیئے، بے شک وہ خوب سننے والا ہے، خوب جاننے والا ہے)۔

مذکورہ بالاآیت کی روشنی میں ضروری ہے کہ ان ذرائع ووسائل نیز اس حکمت عملی سے واقفیت پیدا کی جائے جودشمن اختیارکرتا ہے، مسلمانوں کی ناکامی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ وہ موجودہ دور کے خطرات اورچیلنجز کے لیے ایسے وسائل اختیار کرتے ہیں جن کا زمانہ ختم ہوچکا ہے اورجوآؤٹ آف ڈیٹ ہوچکے ہیں، جب مسلمان نئے چیلنجوں اورخطرات کی حقیقت ونوعیت سے واقف ہوجائیں گے اوراس کے لیے صحیح اورمناسب وسائل اختیارکریں گے تو کامیاب وکامران ہوں گے اورتمام خطرات وچیلنجوں کا مقابلہ کرسکیں گے۔

☆☆☆☆☆

یادرفتگاں

علم حدیث کا مہر تاباں غروب ہوگیا

جو نصف صدی سے ایک عالم کو منور کرتا رہا

مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) اور ان کے شاگردوں نے خاص طور سے علم حدیث میں ہندوستان کا پایہ اتنا بلند کر دیا کہ کوئی دوسرا اسلامی ملک اس کی ہم سری نہیں کرسکتا، اسی سلسلہ ولی اللّٰہی کے چشم وچراغ حضرت مولانا محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) مسند الہند کی ذات گرامی ہے، ان کے شاگردوں میں علم حدیث کے بڑے بڑے علماء وصاحب فن پیدا ہوئے، جن میں عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) اور متکلم اسلام حضرت مولانا محمد قاسم (م ۱۲۹۷ھ) کی ذات گرامی ہے، ان کے شاگردوں میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی (م ۱۳۳۹ھ) اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م ۱۳۴۶ھ) جو مدرسہ مظاہر علوم کے سرپرست اور شیخ الحدیث بھی رہے ہیں، ان کے شاگردوں میں کئی باکمال اور ممتاز شخصیتیں نظر آتی ہیں، جن میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی (م ۱۳۶۳ھ) بانی تبلیغ، جن کی دعوت و تبلیغ کا فیض پورے عالم میں پہونچا، اور پورا عالم اس سے فیض یاب ہورہا ہے، اسی طرح علمی میدان میں حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی (م ۱۳۹۴ھ) مصنف "إعلاء السنن"، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی (م ۱۳۸۵ھ)، حضرت مولانا ادریس کاندھلوی (م ۱۳۹۴ھ) اور حضرت مولانا محمد یحیٰ کاندھلوی (م ۱۳۳۴ھ) جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے تلمیذ خاص اور معتمد ہونے کے ساتھ حضرت سہارنپوری کے علمی و روحانی دونوں سلسلوں میں، عظیم الشان مقام کے حامل ہیں۔

ان کے صاحبزادے ہمارے استاذ وشیخ حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ (م ۱۴۰۲ھ) ہیں، جن پر حضرت مولانا گنگوہی کی نورانی وربانی نظر تھی، اور ان کے والد حضرت مولانا محمد یحیٰ علم وعمل میں ہندوستان کی تاریخ میں ایک درخشاں تارہ تھے، انہوں نے اپنے صاحبزادہ کی تعلیم وتربیت میں بھی ایک نرالا انداز اختیار فرمایا، جس کی وجہ سے عشق ومحبت اور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذبہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے خمیر میں داخل ہوگیا تھا، پھر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے تلمذ وتربیت نے ان کو آفتاب وماہ تاب بنادیا، یہاں تک کہ حضرت سہارنپوری نے "بذل المجهود" کے مقدمہ میں تحریر فرمایا کہ: "قرّة عيني وقلبي"، اور لکھا کہ مناسب ہے کہ اس کتاب کا انتساب مولوی محمد زکریا کاندھلوی کی طرف کیا جائے، اس کی وجہ یہ تھی کہ مراجع و مصادر کی تلاش حضرت شیخ الحدیث کرتے تھے، اور ان پر نظر ثانی کے بعد شیخ املا کراتے تھے، لیکن سعادت مند شاگرد نے کسی طرح اس کو گوارا نہیں کیا۔

حضرت شیخ کی تدریس کے زمانہ میں دیوبند و سہارنپور میں بڑے بڑے علماء وافاضل موجود تھے، لیکن حضرت شیخ کا درس حدیث اپنی جامعیت اور وسعت نظر، دقت معلومات میں نرالا درس تھا، جس کی تفصیل اس ناچیز نے تقریر بخاری کے مقدمہ میں کردی ہے، ساتھ ہی ساتھ مجلس درس میں ہر شریک ہونے والا محسوس کرتا کہ گویا وہ باغ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھا ہوا ہے ع

انھیں کے میکدہ سے ہے بڑا فیضان اے ساقی

حضرت شیخ الحدیث کے درس کی مثال ع

بلبل چہک رہی ہے باغِ رسول میں

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے سامنے اس ناچیز نے "الجامع الصحيح للبخاري" شروع سے لے کر اخیر تک پڑھی ہے، اور شیخ کو میرے درس کا بہت اہتمام تھا، وہ زمانہ حضرت شیخ کی صحت ونشاط کا تھا، یہ واقعہ ۱۹۵۷ء کا ہے، میرے اس قیام کے زمانہ میں محترم مولانا محمد یونس جونپوری مرحوم اور مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مشکاۃ پڑھتے تھے، اسی زمانہ میں مولانا محمد یونس کا مجھ سے تعارف ہوا کہ ہمارے قریبی علاقے گرینی کے رہنے والے ہیں، حضرت مولانا عبد الحلیم جونپوری (م ۱۴۲۰ھ) کے خاص شاگرد ہیں، اور وہ ایک سال پہلے مظاہر میں داخل ہوئے ہیں، اور حضرت شیخ کی خاص نظر ان پر ہے، میرا قیام مدرسہ قدیم کے حجرہ میں تھا، کھانا ناشتہ سب حضرت شیخ کے دسترخوان پر ہوتا، یہ وہی زمانہ ہے جب مولانا کو شدت علالت کی وجہ سے وہاں کا قیام اور تعلیمی سلسلہ جاری رکھنا

File F:\Front.tif not found.

مشکل ہو رہا تھا، لیکن اللہ کا فضل اور ان کی ہمت، علمی ذوق کی بنا پر وہ کسی قیمت پر مظاہر سے جانے کے لیے اپنے وطن تیار نہیں ہوئے، اسی زمانے سے ان کا حضرت مولانا مظفر حسین نور اللہ مرقدہ (م ۱۴۲۴ھ) سے گہرا تعلق قائم تھا، اور حضرت مفتی صاحب ان کی پوری سرپرستی فرما رہے تھے، یہ خود میرا چشم دید مشاہدہ ہے۔

ان کے دورۂ حدیث کے زمانہ میں یہ ناچیز دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مدرس ہو گیا تھا، لیکن میری آمد و رفت سہارنپور کثرت سے رہتی، اور مولانا سے ملاقاتیں بھی رہتیں، ان کے ایک دوست مولانا اطہر حسین مرحوم تھے جو ان کے استاذ حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے چھوٹے بھائی اور مولانا محمد سعیدی سلمہ کے والد جو ہمارے ہم درس بھی تھے، عربی ادب سے اچھی مناسبت تھی، ان سے مولانا کے بڑے گہرے تعلقات تھے۔

مولانا محترم کے دورۂ حدیث میں آنے کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ سے ان کے سوالات و جوابات کا سلسلہ تھا، جس سے شیخ بہت مسرور ہوتے تھے، اور اس طرح حضرت شیخ کی سرپرستی میں علمی مراحل طے کرتے رہے، دنیا سے بالکل یکسو، گویا اپنے کو بالکل آستانۂ نبوت پر ڈال رکھا تھا، شادی وغیرہ کا ذکر آیا تو اپنے علمی اشتغال و امراض وغیرہ کی وجہ سے ہمت نہیں کرتے تھے۔

میرا تیسرا قیام سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں "بذل المجهود" کی حواشی کی ترتیب و تحقیق کے سلسلہ میں تھا، کبھی کبھی اس مجلس میں مولانا بھی شریک ہوتے تھے، اور بعض مسائل پر آپس میں مشورہ بھی ہوتا جس سے ان کی وسعت معلومات کا مزید اندازہ ہوتا تھا، اسی زمانہ میں انھوں نے وہ مقدمہ جو میں نے تقریر بخاری پر تحریر کیا تھا، پڑھا اور بہت خوش ہوئے اور ایک نمبر کا اس میں اضافہ کیا، اور یہ مقدمہ جب حضرت شیخ الحدیثؒ کی مجلس میں پڑھا گیا تو بہت خوش ہوئے، اور حضرت شیخ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی، جب میں نے یہ شعر پڑھا ؎

بادِ صبا آج بہت مشک بار ہے
شاید ہوا کے رخ پر کھلی زلف یار ہے

کبھی مولانا سے حضرت شیخ سوالات بھی کرتے تھے، جن کے جوابات وہ لکھ کر لاتے تھے، اور ان کو پڑھ کر سناتے تھے، اس پر حضرت شیخ خوشی کا اظہار فرماتے تھے، اخیر میں جو سوالات حدیثی آتے تو حضرت شیخ سب انھیں کی طرف محول فرما دیتے تھے، حضرت شیخ الحدیثؒ کی کبرسنی و علالت اور مدینہ منورہ کے سفر اخیر کے موقع پر یہ مسئلہ درپیش تھا کہ بخاری شریف کی تدریس کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے، حضرت شیخ نے بے تکلف مظاہر کے ذمہ داروں اور مفتی محمود الحسنؒ اور مفتی مظفر حسینؒ کے سامنے فرمایا کہ مولوی یونس کے ذمہ کر دیا جائے، وہ ماشاء اللہ اچھا پڑھا لیں گے، ان دونوں حضرات نے اس کی پرزور تائید فرمائی۔

الحمدللہ ان کی صغرسنی کے باوجود ان کا درس بخاری ایک امتیازی شان رکھتا تھا، وہ شروح بخاری، رجال، جرح و تعدیل، بخاری کے اسرار و حکم ان ساری چیزوں کو مختلف مراجع و مصادر کو پیش نظر رکھ کر اس کا خلاصہ بیان کرتے تھے، مراجع و مصادر کا حوالہ دیے چلے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو قوتِ حافظہ، ذکاوت و فطانت کی دولت سے نوازا تھا، ان دونوں کا جمع ہونا بھی بہت کم ہوتا ہے، چنانچہ ان کی بخاری شریف کی تقاریر کا ریکارڈ بہت سے شاگردوں نے جمع کیا جن میں بعض لوگ شائع کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں اور کچھ شائع بھی ہو گئی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا ایک گرامی نامہ تحریر جس میں ان کی شان میں فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ تم چالیس سال کے بعد تدریس بخاری میں مجھ سے بھی آگے نکل جاؤ گے، اس کا مشاہدہ دنیا نے کیا۔

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا اسعد اللہ رحمہ اللہ کے خلیفۂ خاص تھے، افسوس کہ مظاہر جب دو حصوں میں تقسیم ہوا، اور محترم مولانا محمد یونس کا کتب خانہ اور ان کی کتابیں ان کے حجرہ میں ہی رہ گئی تھیں، ان کتابوں کے دارِ جدید میں منتقلی کا مسئلہ تھا، جس کا حضرت مولانا یونس پر بہت اثر تھا، یہ ناچیز سفر کر کے سہارنپور حاضر ہوا، اور حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی، اس ناچیز نے شروع سے ہی یہ کوشش کی تھی کہ حضرت مفتی صاحب سے میرے تعلقات ویسے ہی برقرار رہیں جیسے سابق میں تھے، چنانچہ میں نے کتابوں کی واپسی کے سلسلہ میں گفتگو کی، اور ان دونوں کے تعلقات کا ذکر کیا تو کھلکھلا کر ہنسے، میں نے ان سے یہ بھی عرض کیا کہ اِس مظاہر کے دوسرے مظاہر سے اگر کچھ مطالبات ہیں، حضرت فرمائیں تو میں ادا کر دیتا ہوں، فرمایا: ہرگز نہیں، میں کتابیں واپس کراؤں گا، چنانچہ ان کی کتابیں انھوں نے واپس کرا دیں، جو حضرت مفتی صاحب کے اخلاص و محبت کی دلیل ہے، اس واقعے سے خوش ہو کر مولانا محترم نے اس ناچیز کو بہت دعائیں دیں، زندگی کے اخیر میں ان کا تعلق مظاہر وقف سے بھی ویسے ہی قائم ہو گیا تھا جیسا پہلے تھا۔

جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں ان کو دو مرتبہ اس ناچیز نے دعوت دی، دوسری مرتبہ تین روز قیام کیا، زیادہ وقت ان کا ہمارے کتب خانہ میں گذرتا تھا، جس میں ہم نے مختلف ملکوں سے مطبوعات اور بعض مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے، جن کی تعداد اس وقت ۸۵ ہزار ہے، بخاری شریف کے بعض نسخے جن میں یونینی وصغانی اور بصری کے نسخے شاید ہی دنیا کے کسی کتب خانہ میں یکجا مل جائیں، اس موقع پر مولانا بہت حوصلہ افزائی کے کلمات مدرسہ کے بارے میں فرماتے رہے، اور دعائیں دیتے رہے، اور یہاں تک فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ میرا مدفن یہ جامعہ بنے۔

میری ہر کتاب کو غور سے پڑھتے، اور بہت دعائیں دیتے، ہمارے بخاری شریف کے نسخے کو انہوں نے جزودان میں رکھوایا تھا، ان کا خادم اس کو لے کر دار الحدیث جاتا، اور اسی میں پڑھاتے تھے، "لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح" (دس جلدیں) ان کی شدت علالت کے زمانہ میں ان تک پہونچی، کسی نے فوٹو بھیجا کہ وہ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں، افسوس کہ "الجامع الکبیر للترمذی مع الکوکب الدری والشمائل" (۹ جلدیں) جن کے وہ بہت مشتاق تھے، ہندوستان سہارنپور پہونچ کر بھی یہ کتاب ان تک نہیں پہونچ سکی، انہوں نے ری یونین سے واپسی پر دبی ایرپورٹ پہونچ کر اپنے خادم خاص مولانا محمد یونس گجراتی سلمہ اللہ تعالی کے ذریعہ فون کرایا اور اس کتاب کی طباعت کی تکمیل پر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔

میرا سفر ابوظبی سے ۱۱؍جولائی کو ممبئی کا ہوا، نو بجے صبح اچانک فون سے اطلاع آئی کہ جناب مولانا محمد اسماعیل بدات جو مدینہ شریف میں رہتے تھے اور آپ کے خاص دوست تھے، ان کا رات میں انتقال ہوگیا، ان کا تاثر دل ودماغ پر باقی ہی تھا کہ کچھ دیر بعد یہ خبر آئی کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب اچانک اپنے شاگردوں اور دوستوں کو چھوڑ کر اس دارِ فانی سے دارِ آخرت کی طرف رخصت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ خبر دل ودماغ پر بجلی بن کر گری، ہندوستان کے سفر میں میرا سہارنپور حاضری کا اور حضرت مولانا یونس اور حضرت مولانا طلحہ سے خاص طور سے ملاقات کا عزم تھا، لیکن تجری الریاح بما لا تشتھی السفن۔

مولانا مرحوم کے انتقال سے ہندوستان کی علمی بہار جاتی رہی، یہ فقرہ کبھی اس سے پہلے میں نے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کی شان میں تحریر کیا تھا، مولانا کے علمی کمالات اور ان کی ذات پر حضرت شیخ الحدیثؒ ودیگر علماء کا اعتماد، ان کی تدریسی وروحانی فیض، ان کے اہم تلامذہ، حرمین شریفین کے اسفار، علماء عرب کا ان سے استفادہ و اجازت حدیث اور دیگر ملکوں کے اسفار، اس کی تفصیلات مکمل مضمون کی محتاج ہے، ابھی سفر حج کی تیاری کر رہا ہوں، ان شاء اللہ واپسی پر مفصل مضمون تحریر کرنے کا ارادہ ہے، واللہ الموفق۔

☆☆☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

یادوں کے چراغ

جناب عبدالعلیم قدوائی مرحوم

● .... حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

عبد العلیم قدوائی دریابادی مرحوم، مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے داماد اور سب سے چھوٹے بھتیجے بھی تھے، اور ان کے کاموں میں معاون رہنے کی وجہ سے ان سے بہت قریب اور ان کو بہت عزیز تھے، علمی وادبی صحافتی ذوق اس پورے خاندان ماجدی کا خاصہ ہے، جو انہیں بھی حاصل تھا، ان کے والد عبد المجید دریابادیؒ ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر فائز رہ چکے تھے، ان کے چار صاحبزادگان حکیم عبد القوی دریابادی، جناب حبیب احمد قدوائی، ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی اور ہمارے یہ عبدالعلیم قدوائی مرحوم تھے، اور حضرت مولانا دریابادیؒ کی چار صاحبزادیاں تھیں، جو ان چاروں کو بالترتیب منسوب ہوئیں، ان سب میں یہ آخری یادگار عبدالعلیم قدوائی صاحب رہ گئے تھے، جنھوں نے منگل ۱۵/ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۸/اگست ۲۰۱۷ء کو صبح صادق سے پہلے علیگڑھ میں مختصر علالت کے بعد اپنے لائق وفائق فرزند ڈاکٹر عبد العلیم قدوائی کے ہاں وفات پائی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

عبدالعلیم قدوائی دریابادی مرحوم کی پیدائش یکم نومبر ۱۹۲۹ء کی لکھنؤ کی ہے، اس طرح وہ ہم سے عمر میں تقریباً برابر تھے کہ ہماری پیدائش اکتوبر ۱۹۲۹ء کی ہے، بعد میں خاتون منزل لکھنؤ میں ہم لوگوں کی بھی رہائش گاہ ہوجانے کی وجہ سے ملاقات کے مواقع زیادہ ملنے لگے تھے، اور ان کے بڑے بھائی حکیم عبدالقوی دریابادی کی جگہ ان کی وفات پر ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ایماء پر لیا گیا، تو ندوہ کے امور میں ان کے فکر ومشورے بھی حاصل ہوتے، اور اس بات کا اہتمام کرتے کہ ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی میں شرکت کریں، اس کے ساتھ ان کو مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ سے بھی گہرا تعلق تھا، اس کی خاص وجہ مجلس سے حضرت مولانا دریابادیؒ کی ”تفسیر ماجدی“ کی اشاعت ہے، جو سات جلدوں میں منزل کی تقسیم کے اعتبار سے شائع ہوکر بہت مقبول ہوئی، حضرت مولانا دریابادیؒ کی تحریر کو سمجھنے میں بعض مقامات پر زیادہ دشواری ہوتی تو ان کی رہنمائی لی جاتی تھی، اور ایک مدت تک ان کے خاندان کے ایک رکن مولوی نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی، جو ان کی بہن کے پوتے اور بھائی حبیب احمد مرحوم کے نواسے ہیں، اس علمی سلسلہ میں ان کی نمائندگی کرتے رہے۔

عبد العلیم قدوائی صاحب اس دربادی قدوائی خاندان اور خاتون منزل کے صدیقی خاندان کے سرپرست اور آخری بڑے کے طور پر رہ گئے تھے، اور ان دونوں خاندان کے افراد ان کی رائے کو اہمیت دیتے، اور ان سے رہنمائی حاصل کرتے تھے، وہ بھی سب پر بڑے شفیق ومہربان تھے، اور ان کے مزاج میں ہمدردی، خیرخواہی، نرمی اور محبت جیسے اوصاف نمایاں تھے، اور وہ کسی پر بار بننا پسند نہیں کرتے تھے، اس کا تجربہ ہم لوگوں کو بھی ملاقاتوں میں ہوتا، اور ان سے مل کر تعلق محسوس ہوتا تھا، جہاں تک ان کی علمی حیثیت کا تعلق ہے، انہوں نے امین آباد انٹر کالج، امیر الدولہ اسلامیہ کالج اور لکھنؤ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی، اور معاشیات میں ایم اے کیا، اور قانون کی تعلیم بھی حاصل کی، لیکن وکالت نہیں کی، وہ انڈین اکنامک سروس (آئی.ای.ایس.) میں کانپور پھر نئی دہلی میں نہایت ایماندار، نیک نام اور فرض شناس افسر کی حیثیت سے برسرکار رہے، اور حکومت ہند کی وزارت صنعت کے تحت اسمال انڈسٹریز کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے، اس کے بعد ۱۹۹۰ء میں ملائم سنگھ یادو کے دور حکومت میں اترپردیش اقلیتی ترقیاتی کارپوریشن کے ایڈوائزر کی حیثیت سے مسلمانوں اور اقلیتوں کی اقتصادی ترقی کے لیے انہوں نے ٹھوس اور نفع بخش منصوبے بنائے، اور ان کو نافذ کروایا، معاشیات اور قانون کا موضوع اختیار کرنے کے باوجود علمی و ادبی مشغلہ جاری رکھا، اور مضامین لکھتے رہے، بعض انگریزی مضامین کا ترجمہ بھی کیا، اور آل انڈیا ریڈیو سے تقریریں بھی کیں، اور مباحثات میں بھی حصہ لیا، ان کے علمی، ادبی، تحقیقی اور صحافتی کاموں میں ہفتہ وار ”سچ“ لکھنؤ کا توضیحی اشاریہ اور ہفتہ وار ”صدق“ کا توضیحی اشاریہ، پھر ہفتہ وار ”صدق جدید“ لکھنؤ کا توضیحی اشاریہ بھی ہے، جو اسی گھر سے جس کے وہ ترجمان تھے، نکلنے والا ملی ترجمان تھا، جو اپنے تین دوروں میں ان ناموں سے شائع ہوا، جس کے بانی مولانا عبد الماجد

File F:\Front.tif not found.

دریابادی تھے،مولانادریابادیؒ پر ان کی متعدد کتابیں ہیں، جو’’ مولانا عبد الماجد دریابادی- حیات وخدمات‘‘ ،’’مولانا عبدالماجد دریابادی- ایک باکمال انشاء پرداز‘‘،’’مولانا عبد الماجد دریابادی کی صحافت کا مطالعہ اور تجزیہ‘‘ ،’’نقوش و تاثرات‘‘ ،’’تبصرات ماجدی‘‘ اور دوسری کتابوں میں ’’رہبر صنعت‘‘ ،’’بچوں کی صحت‘‘ ، ’’مقدر و احساس‘‘، ’’شکست پندار‘‘ وغیرہ مفید ورہنما کتابیں ہیں۔

دوصاحبزادگان اپنے پیچھے چھوڑے، جن میں بڑے صاحبزادے ڈاکٹر عبد الرحیم قدوائی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں واقع ’پروفیسر خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن‘ کے ڈائرکٹر ہیں، اور انگریزی کے ایک باکمال مترجم کے طور پر معروف صاحب علم فرد ہیں، اسلامک فاؤنڈیشن ، لیسٹر، لندن اور دوسرے ادارے ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، دوسرے صاحبزادے عبد الرشید قدوائی ایک اچھے انگریزی صحافی کے طور پر پہچانے جاتے ہیں، وفات سے دودن پہلے ان دونوں صاحبزادگان سے بات کر کے مرحوم مزاج پرسی کی تھی، معلوم ہوا تھا کہ دہلی میں زیر علاج رہنے کے بعد علی گڑھ آ گئے تھے، اور معالجین کا مشورہ یہی ہے کہ گھر میں رکھ کر علاج کی سہولت فراہم کی جائے، پھر دودن بھی نہیں گذرے تھے کہ اطلاع ملی کہ اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، بہت افسوس ہوا کہ ایک نیک سیرت اور علمی وادبی ذوق کا حامل انسان ہم سے رخصت ہوگیا، اللہ تعالیٰ ان کو ان کی نیکیوں پر بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے اور ان کے مراتب بلند کرے، آمین۔

☆☆☆☆☆

فکر وعمل

خواتین اسلام اور دینی خدمات

● ....مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

یہ بڑے شکر کی بات ہے کہ اس دور میں اسلام کی خدمت میں مسلم خواتین بھی حصہ لے رہی ہیں اور اپنی بہنوں اور اپنی اولاد کو دین کی طرف متوجہ کررہی ہیں اور بری باتوں ، بے دینی اور انسانیت کش مغربی تہذیب سے بچانے کی کوشش کررہی ہیں۔

اب تک غلط فہمی سے خدمت اسلام کا کام مردوں کے ساتھ مخصوص ہوگیا تھا ، جس کی وجہ سے دین کی خدمت اور اصلاح وتربیت کے کام میں خلل پڑنے لگا تھا ، ملت اسلامیہ کا نصف حصہ اس اہم فریضہ سے غافل ہوگیا تھا اور اس دینی کام میں وہ تیزی باقی نہیں رہی تھی جو قرون اولیٰ میں تھی۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ شروع سے ہی دینی خدمات میں خواتین پوری طرح حصہ لیتی تھیں ، صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ صحابیاتؓ بھی دین اور علم دین کی اشاعت میں مصروف رہتی تھیں ، یہاں تک جہاد میں شرکت کرتی تھیں اور وہاں جو خدمات ان کے لائق تھیں ان کو انجام دیتی تھیں ، زخمیوں کو پانی پلانا ، مرہم پٹی کرنا ، مجاہدین کی مدد کرنا، ان کا خاص کام ہوتا تھا۔

عام حالات میں احادیث کی روایت کرنا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ انہوں نے سنا، وہ دوسروں تک پہنچانا اپنا دینی فریضہ سمجھتی تھیں، صحابیاتؓ کے زمانہ کے بعد بھی دوسرے زمانوں میں بھی خواتین کے طبقہ میں ہزاروں ایسی خواتین پیدا ہوئی ہیں جنہوں نے محدثین سے حدیث کا علم سیکھا اور اس میں ایسی مہارت پیدا کی کہ بڑے بڑے علماء بھی ان سے حدیث سیکھنے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اس طرح ہزاروں حدیثیں ان خواتین کے ذریعے دنیا میں پھیلیں اور ان کی ہر طرف اشاعت ہوتی۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہوئی کہ کئی صدیاں ایسی گزریں جن میں خواتین نے علم دین کے حصول میں اور اس کی اشاعت میں وہ سرگرمی نہیں دکھائی جو شروع کی صدیوں میں تھی، جس کی وجہ سے حدیث اور علوم میں ان کا حصہ محدود ہوتے ہوتے نہ ہونے کے برابر رہ گیا، اس کی وجہ سے امت کا بڑا نقصان ہوا، ایک نقصان تو یہ ہوا کہ علم دین غلط طور پر صرف مردوں سے مخصوص ہوگیا، دوسرا نقصان یہ ہوا کہ امت کا نصف حصہ علم اور دین کی خدمت سے محروم رہ گیا۔

ہماری بہنوں کو اب خصوصی طور پر قرآن وحدیث اور دیگر دینی علوم کے حصول میں پوری سرگرمی سے حصہ لینا چاہیے اور حصول کے بعد صحابیاتؓ کی طرح دین کی خدمت میں اپنا وہی کردار ادا کرنا چاہیے جو وہ گذشتہ صدیوں میں ادا کرتی تھیں۔

☆☆☆☆☆

قبلۂ دیدہ ودل

خانۂ کعبہ: دنیا میں خدا کے جلال وجمال کا آئینہ

مولانا محمد علاء الدین ندوی

خانۂ کعبہ کیا ہے؟اس دنیا میں عرش الٰہی کا سایہ ہے، یہ رحمتوں اور برکتوں کا خزانہ ہے، یہ خدا کے جلال وجمال کا آئینہ ہے، یہ توحید کا مرکز اور حق پرستی کا سرچشمہ ہے اور رحمت اور بخشش کی رُت برکھا ہوتی ہے، یہ روحانی علم ومعرفت کا موجزن دریا ہے جہاں سے پورا عالم سیراب ہورہا ہے، یہ تجلیات ربانی کا وہ دمکتا ہوا سورج ہے، جس کے نور سے کائنات کا ذرہ ذرہ درخشاں ہے، یہ ایسی مقناطیسی طاقت ہے، جس کی طرف لوگ بے تابانہ کھنچے چلے جاتے ہیں، اس دنیائے آب وگل جا یہ نقطۂ آغاز ہے، یہ بیت معمور ہے، اورازل سے خداپرستی کا مرکز ہے۔

بڑے بڑے پیغمبروں نے اس کی زیارت سے آنکھیں سینکیں، اوراس کے نور سے اپنے دل کو منور کیا، بیت المقدس سے پہلے یہی عبادتوں کا قبلہ بنارہا:”إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ “ (دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا)، اس بیت عتیق (پرانے گھر) کوحضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے پرانے بنیادوں کو ڈھونڈھ کر نئے سرسے سے تعمیر کیا:”وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ“ (ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ کو ٹھکانہ بنایا تھا)۔

اس تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حج کی پکار بلند کرتے ہیں تو اس پکار کوایسی مقبولیت حاصل ہوتی ہے کہ وہی گھر تمام اہل عرب کا مرکز بن جاتا ہے، اس پکار عرب کے گوشے گوشے سے لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے کھنچے چلے آتے ہیں، ڈھائی ہزار برس تک یہ گھر امن کا سیا گہوارہ بنا رہتا ہے کہ اس کے گردوپیش سارے ملک میں کشت وخون کا بازار گرم ہوتا ہے، مگر اس کے حدود میں کسی کو کسی پر ہاتھ اٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی، اوراسی گھر کی بدولت عرب کو ہر سال چار مہینے ایسے میسر آجاتے ہیں جن میں قافلے اطمینان سے سفر کرتے ہیں، تجارت چمکتی ہے اور بازار لگتے ہیں، پھراس گھر کا یہ دبدبہ تھا کہ اس پوری مدت میں کوئی بڑے سے بڑا جبار بھی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکا، اور جس نے یہ جرأت کی، وہ اللہ کے غضب کا ایسا شکار ہوا کہ عبرت بن کر رہ گیا۔

خانۂ کعبہ وہ مرکز روحانی ہے جہاں آکر قومیتیں، زبانیں اور تہذیبیں اپنے امتیازات کھو دیتی ہیں، اور اپنا رنگ وروپ مٹا کر تہذیب ابراہیمی میں مدغم ہوجاتی ہیں، یہ امن کا گھر ہے، یہ ملت ابراہیمی اور دعوت محمدیؐ کا منبع ہے، یہ اسلام کا گہوارہ ہے، یہاں پوری اسلامی برادری ایک اکائی ہے، یہ ایک سالانہ روحانی اجتماع اور بین الاقوامی دینی کانفرنس ہے، یہ تجلی گاہِ خداوندی اور منارۂ اسلام ہے جس کی ضوفشاں کرنوں سے پوری کائنات منور ہے۔

مسلمان جہاں کہیں رہتا ہو، جوزبان چاہے بولتا ہو، جولباس چاہے پہنتا ہو، جس رنگ ونسل سے تعلق رکھتا ہو، جس حال میں رہتا ہو، یہی اس کا روحانیہ مسکن ہے، اسی سے اس کی قسمت وابستہ ہے، اس کا دل وجان اسی پہ فدا ہونے کے لیے بیقرار رہتی ہے، اسی میکدۂ توحید سے وہ ولولۂ تازہ لیتا ہے، اور بے پایاں محبت کے کم کے خم چڑھاتا ہے، وہ شوق کے پروں سے اڑ کر یہاں پہونچنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت نے مہر تصدیق ثبت کردی ہے کہ اسلام کے سوا یہاں کوئی دین ومسلک نہ رہے، اور اس ایک قبلہ کے سوا کوئی دوسرا قبلہ نہ ہو، اس سرزمین میں اللہ واحد کے سوا کسی کا سجدہ نہ ہو، ایک صحیفۂ زندگی (قرآن) کے علاوہ کسی دوسرے صحیفۂ زندگی پر ایمان لانے والوں کا یہاں گذر نہ ہو، اور تاقیامت یہ اسلام کا بے آمیز چشمۂ حیات بنارہے، کفروشرک کی نجاستوں سے پاک رہے، یہ ایمان کی وہ بھٹی بنا رہے جو اخلاق وکردار کو کندن بناتی رہے، عقیدہ کو پختگی، نظر کو تابندگی، فکر کو روشنی اور روح کو پاکیزگی بخشتی رہے۔

خدا کی مشیت ہوئی کہ یہ مبارک خطۂ زمین انسانی آبادیوں کے لیے ام القریٰ بن جائے اور ایک چھوٹا سا چوکور گھر دنیا جہاں کی مسجدوں کی ماں بنا رہے۔

پہاڑوں سے گھری یہی بے آب وگیاہ سرزمین حضرت آدم علیہ السلام کا پہلا پڑاؤ تھا، یہیں کہیں (شاید عرفات میں) ان کی ملاقات حوا سے ہوئی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی کو شادوآباد کیا تھا، اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ نے اسی ویرانہ کو گل وگلزار بنایا تھا، شیث علیہ السلام یہیں آئے تھے، نوح علیہ السلام نے اسی کا طواف کیا تھا، ہود اور صالح علیہما السلام نے یہیں پناہ لی تھی، اسی

File F:\Front.tif not found.

مقدس سرزمین کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولد ومسکن بننا تھا، اسی سے متصل صفا بھی ہے، اور وہ مروہ بھی جہاں بوڑھے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جوان بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی تھی، یہیں چاہِ زمزم ہے، جو شیر خوار اسماعیل کی پیروں کی رگڑ سے اس طرح ابل پڑا تھا کہ آج تک ابلا چلا جارہا ہے، اسی کے پڑوس میں منیٰ، مزدلفہ اور عرفات بھی ہیں، اسی کعبہ کے مشرقی کونے میں وہ حجر اسود بھی ہے جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس ہاتھوں اور لبوں کا بوسہ لیتا رہا ہے، یہیں جبرئیلؑ براق لے کر آئے تھے، اسی شہر میں غارِ حرا بھی ہے، جہاں آخری بار ہدایت کی کرنیں پھوٹی تھیں، اسی مقدس گھر کے صحن میں رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے ۵۳ سال بسر کیے تھے، یہاں کی فضاؤں اور ہواؤں میں وحی الٰہی کے پاکیزہ بول اب بھی سنے جاسکتے ہیں، یہاں کا ہر ذرہ نیر تاباں اور ہر قطرۂ نیساں گوہر بدخشاں ہے، یہاں کی ہر گلی، ہر نکڑ اور ہر راہ ومنزل پہ عظمت اسلام کی کہانی ہے، یہی فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ ، مَقَامُ اِبْرَاهِيمَ، وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِناً۔

یہاں کی شوکت اور یہاں کے جلال کے سامنے آنکھیں نیچی ہوجاتی ہیں، یہاں عقیدت و احترام سے سر اپنے آپ جھک جاتا ہے، یہاں آکر شاہوں اور جباروں کی سطوت اور تمکنت، عجز وانکسار کا لبادہ اوڑھنے لیتی ہے، یہاں کے داستان عشق ووفا سے ایمان کے خون میں حرارت پیدا ہوتی ہے، دریائے محبت میں تلاطم خیزی آجاتی ہے، اس مرکز روحانی اسلامی حمیت جلا پاتی ہے، ایمان ویقین کے جسم کا رواں رواں قربت الٰہی کی لذت سے سرشار ہوجاتا ہے، آپ سے آپ یہاں زبانیں تسبیح وتہلیل میں رطب اللسان ہوجاتی ہیں، قلب ووجدان میں طہارت آتی ہے، اور امیدوں کے چراغ جلنے لگتے ہیں، یہاں شعائر اللہ کی عظمت اور محبوب کبریاء سے محبت و شیفتگی اپنے جوبن پر ہوتی ہے، "ذٰلِكَ وَمَــنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَىٰ الْقُلُوبِ"۔

یہ ہے الکعبۃ المشرفۃ، اسلام کی ابدیت، کلیت اور وحدت کا کھلا معجزہ، اور اللہ کے جمال و جلال کا آئینہ، فیضان نبوت کی جلوہ گاہ، اور احسان وتزکیہ کا پاور ہاؤس، یہاں کی ایک نماز دوسری مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے بڑھ کر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک ارشاد ہے: "صلاة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلاة في ماسواه إلا المسجد الحرام، وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مأة صلاة في مسجدي" [احمد، ابن حبان] (مسجد نبوی کی نماز ایک ہزار گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے، اور مسجد حرام میں ایک سو گنا زیادہ بڑھ جاتی ہے، اس لیے اس سرزمین کی بابت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا: "والله إنك لخير أرض الله وأحب أرض الله، لو لا إني أخرجت منك ماخرجت"۔ [مشکاۃ، ابن ماجہ]

آکاش کے نیچے اور زمین کے اوپر یقینی طور پر دنیا کی افضل ترین جگہ خانۂ کعبہ ہے، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد حنبل مکہ مکرمہ کو دنیا کا سب سے افضل ترین خطۂ زمین تسلیم کرتے ہیں، البتہ امام مالک کی رائے میں دنیا کا افضل ترین زمین وہ ہے جہاں رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرماتے ہیں، یعنی روضۂ رسولؐ۔

خدا کے اسی گھر کا حج کیا جاتا ہے، اسلام کا پانچواں رکن یہیں انجام دیا جاتا ہے، سنت ابراہیمی ملت حنفی اور توحید خالص کا مظاہرہ جس شان کے ساتھ قدم قدم پر یہاں ہوتا ہے کہیں اور نہیں ہوتا۔

ایک مومن زندگی بھر احسان کی کیفیت کے ساتھ نمازیں پڑھتا ہے، تصور میں خدا کا دیدار کرتا ہے، مگر حقیقت میں خدا کہیں نظر نہیں آتا تو شوق دیدار میں بے قرار ہو کر یوں عرض تمنا کرتا ہے

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبین نیاز میں

اس کی اس چاہت اور وفور شوق کو دیکھ کر اسے گھر بلایا جاتا، محبوب کا دیدار نہ سہی کعبہ کی زیارت کو ممکن بنایا جاتا ہے، یہاں پہونچ کر اسے قلبی سکون ملا اور تجلیات ربانی سے آنکھوں کو نورانیت کی، ہر چند کہ ہر دیدار کے بعد جذب و شوق اور کیف ومستی بڑھتی چلی گئی مگر تسکین کا سامان بھی ہوتا رہا، پھر آج تک کسی محبوب کے دیدار سے کسی عاشق کا دل بھرا ہے؟ کہ کعبہ کی دیدار سے حاجی کا جی بھرے گا! ہم روز پانی پیتے ہیں، کیا جی بھرتا ہے؟ روز قرآن مجید کی تلاوت سے کیا جی بھرتا ہے؟ ماں کی ممتا ہر دم اپنے بچے پر محبت کی نگاہ ڈالتی رہتی ہے، کیا اس کا جی بھرتا ہے؟

حج ایک ایسی عبادت ہے جو عقل وخرد سے ماوراء ہے، حج کی روح صرف اتباع شریعت میں مضمر ہے، حجر اسود کا بوسہ دینا، صفا اور مروہ کے درمیان ہاجرہ علیہا السلام کی پیروی میں دوڑنا، ایک لاکھ ثواب والی نماز کو چھوڑ کر آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام کرنا، عرفات میں مغرب کی نماز کا نہ پڑھنا، اور مزدلفہ پہونچ کر ایک ہی وقت میں

File F:\Front.tif not found.

مغرب وعشاء پڑھنا، قربانی کرنا، شیطان کو پتھر مارنا، یہ ایسی انوکھی اور منفرد عبادتیں ہیں، جن کی توجیہہ سوائے اتباع شریعت اور عشق ومحبت کے علاوہ کسی دوسری چیز سے نہیں کی جاسکتی۔

حج میں اللہ تعالیٰ نے ساری عبادتوں کا نچوڑ رکھ دیا ہے، اخلاص نیت تو ہر عبادت کی جان ہے، اس کے بغیر تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہی نہیں ہوسکتی، اس میں ہجرت بھی ہے، بال بچوں، رشتہ داروں، ملک ووطن، گھربار، دوست واحباب، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکل جانا پڑتا ہے، اس میں جہاد بھی ہے، قدم قدم پر سفر کی صعوبتیں درپیش ہوتی ہیں، طواف کرنا، صفا مروہ کا چکر لگانا منیٰ جانا اور قیام کرنا، عرفات جانا اور دن گذارنا، مزدلفہ آنا، قربانی کرنا، رمی جمار کرنا، طواف افاضہ کرنا وغیرہ، یہ ساری دوڑ دھوپ جہاد کی یاد دلاتی ہے۔

دوطرح کا حج حاجی کے اختیار میں ہے: ایک، بے عیب حج کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من حج البيت ولم يرفث، ولم يفسق، رجع كيوم ولدته أمه" [بخاری] (جس نے حج کیا اور گالی گلوج نہیں کی اور خلاف شریعت کام نہیں کیا، تو وہ حج سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے آج پیدا ہونے والا بچہ)۔ دوسرا، خوبیوں والا حج ادا کرنے کی کوشش کرنا، خوبیوں والا حج یہ ہے کہ حج کی ساری محنتیں اللہ تعالیٰ کو پسند آجائیں، گناہوں سے نجات مل جائے، نفس کا تزکیہ ہوجائے، ایمان میں پختگی آجائے، زندگی میں انقلاب آجائے، اور حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے، کیونکہ حج کا اس کے سوا کوئی مقصد ہے ہی نہیں۔

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر سید مجید اشرف ندوی کی وفات

۲۱؍اگست ۲۰۱۷ء مطابق ۲۶؍ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ کی شب کو مولانا ڈاکٹر سید مجید اشرف ندوی کا حرکت قلب بند ہوجانے سے اچانک انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم کا شمار ندوہ کے ان قدیم طلباء میں تھا جنہوں نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور ان کے شاگردوں مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ اور مولانا ابوالعرفان خان ندوی اور ممتاز علماء مولانا شاہ محمد حلیم عطا سلونوی، اور مولانا مفتی محمد سعید اعظمی وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تکمیل فضیلت کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے ایم.اے. اور پی.ایچ.ڈی. کیا، اور عظیم الدین اشرف اسلامیہ کالج میں لکچرر مقرر ہوئے، مولانا کے رفقائے درس میں ایک ممتاز نام مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ کا ہے، جو اس وقت ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم ہیں، چونکہ مولانا مرحوم کے ماموں مولانا سید محمد مرتضیٰ حسینی بستوی اور مولانا ڈاکٹر سید اجتباء حسینی ندوی کا تعلق ندوۃ العلماء سے بہت تھا، اور ان کے دو بھائیوں مولانا ڈاکٹر سید مبین اشرف ندوی اور ڈاکٹر معید اشرف ندوی مرحوم کی بھی ندوۃ العلماء سے وابستگی تھی، اس لیے اس کے لیے یہ حادثہ ایک خاندان کی طرح تھا، مولانا مرحوم منکسر المزاج اور سادہ لوح طبیعت کے حامل تھے، اور اچھا علمی ذوق رکھتے تھے۔

ان کی تدفین آبائی وطن پورے کامگار (ضلع فیض آباد) میں ہوئی، پسماندگان میں اہلیہ، دوصاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ ہیں، عمر ۸۵ سال تھی۔

☆☆☆

اصلاحِ حال واصلاحِ معاشرہ کے لیے ایک انمول تحفہ

سماج کی برائیاں
اور ان کا علاج

بقلم:- بلال عبدالحی حسنی ندوی

صفحات: 168 قیمت:120

رابطہ

رابطہ: سید احمد شہید اکیڈمیؒ رائے بریلی

موبائل نمبر:9919331295

File F:\Front.tif not found.

سخن دلپذیر

خودرائی وخودنمائی کاانجام

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلا شخص جس کے خلاف قیامت کے دن فیصلہ عدالت خداوندی کی طرف سے دیا جائے گا، ایک آدمی ہوگا جو (میدان جہاد میں) شہید کیا گیا ہوگا، اسے خدا کے سامنے لایا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس کو بتائے گا کہ میں نے تجھے کیا کیا نعمتیں دی تھیں، وہ اللہ کی نعمتوں کو پہچان لے گا، تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا، وہ جواب دے گا کہ میں نے آپ کی راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ میں شہید کردیا گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تونے جھوٹ کہا، تونے تو اس لیے جہاد میں حصہ لیا تھا تاکہ تیری بہادری کے چرچے ہوں (سو تیرا مقصد حاصل ہوچکا اور دنیا میں) تیری بہادری کے چرچے ہوئے، پھر اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا اور وہ اوندھے منہ گھسیٹ کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اسی کے ساتھ ایک دوسرا شخص ہوگا جس نے علم دین حاصل کیا ہوگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم بھی دی ہوگی اور قرآن بھی خوب پڑھا ہوگا، اس کو بھی خدا کے سامنے پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنی عطا کی ہوئی نعمتیں بتائے گا، وہ سب اقرار کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا، بتا تو نے میری ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ (اور ان کو کن مقصد کے لیے استعمال کیا) وہ کہے گا، اے اللہ! میں نے آپ کا علم حاصل کیا، اور دوسروں کو سکھایا، اور آپ ہی کی رضا کے لیے آپ کی کتاب قرآن پاک میں مشغول رہا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تونے یہ بات جھوٹ کہی تونے علم دین اس لیے حاصل کیا تھا اور قرآن تو اس لیے پڑھا تھا کہ عالم وقاری کہا جائے، سو (تیرا یہ مقصد تجھے حاصل ہوچکا اور دنیا میں) تیرے عالم وعابد اور قاری ہونے کا چرچا خوب ہوچکا، وہ بھی اوندھے منہ جہنم میں گھسیٹ کے ڈال دیا جائے گا، اور اسی کے ساتھ ایک تیسرا شخص بھی ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھرپوری دولت دی ہوگی، اور ہر طرح کا مال اس کو عطا فرمایا ہوگا، وہ بھی خدا کے سامنے پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنی نعمتیں بتلائے گا، (کہ میں نے تجھے یہ نعمتیں دی تھیں) وہ سب کا اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا تونے میری ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ (اور کن مقاصد کے لیے استعمال کیا) وہ عرض کرے گا اے خدا جس راستہ میں اور جن جن کاموں میں خرچ کرنا تجھے پسند ہے میں نے تیرا دیا ہوا مال ان سب ہی میں خرچ کیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تونے جھوٹ کہا، درحقیقت یہ سب کچھ تونے اس لیے کیا تھا کہ دنیا میں تو سخی مشہور ہو (اور تیری فیاضی وداد ودہش کے چرچے ہوں) سو (تیرا یہ مقصد تجھے حاصل ہوگیا اور دنیا میں) تیری فیاضی وداد دہش کے خوب چرچے ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے بھی حکم ہوگا اور وہ بھی اوندھے منہ گھسیٹ کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔[مسلم]

مندرجہ بالا حدیث بہت چونکا دینے والی، ڈرا دینے والی ہے اور ہر اس شخص کو تنبیہ دینے والی ہے، جو نمائشی زندگی گزارنے کا عادی ہوتا چلا جارہا ہے، جو ریاکاری میں مبتلا اپنے کو بھی کررہا ہے، اور ریاکاری کو عام بھی کررہا ہے، اوپر ذکر کی گئی حدیث میں تین طرح کے آدمیوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے اس لیے کہ یہی تین قسم کے آدمی اس نمائشی زندگی کی بیماری میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں، تو اس لیے یہاں تین آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا فیصلہ قیامت کے دن پہلے کیا جائے گا اس لیے کہ جو بڑا مجرم ہوتا ہے اس کا فیصلہ پہلے کیا جاتا ہے۔

طاقت کے غلط استعمال کا انجام

سب سے پہلے اس شخص کو لایا جائے گا جو اپنے داد ودہش کے ذریعہ سے شہرت حاصل کرچکا ہو، یعنی بڑا بہادر ہو، غیر معمولی دلیر ہو، ڈرتا نہیں ہو، کیسا ہی معرکہ کارزار کیوں نہ ہو، اس کو اس کے اندر کودنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہو، تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ ہم نے تم کو ساری نعمتیں دی تھیں، صحت کی نعمت، بہادری کی نعمت، اب یہ بتاؤ کہ تم نے ان نعمتوں کی کیا قدر کی؟ وہ شخص کہے گا کہ میں نے ان نعمتوں کی قدر یہ کی کہ جہاں مجھے موقع ملا وہاں میں نے اپنے آپ کو لگایا، اور قربانی کے لیے میں ہر وقت تیار رہا، یہاں تک کہ میں تیری راہ میں شہید ہوگیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جھوٹ کہتے ہو، تم نے تو یہ سب اس لیے کیا تھا کہ تمہاری بہادری کے چرچے ہوں، اور یہ کہا جائے کہ فلاں صاحب تو جہاں سے گزر جاتے ہیں وہاں کے پورے پورے علاقے دہل جاتے ہیں، یہ بڑے تیس

File F:\Front.tif not found.

مارخان ہیں، اور یہ کسی سے ڈرتے نہیں ہیں، بلکہ معرکوں کو سر کر جاتے ہیں الغرض تم نے اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تم اللہ کے لیے جہاد میں جاتے، اللہ کے لیے اپنی جان کو جوکھم میں ڈالتے، اللہ کے لیے اپنی جان کو قربان کرتے، ہر مصیبت میں اللہ کے لیے اپنے کو ڈالتے، لیکن تم کو صحت کی وجہ سے مصیبت میں پڑنا پسند تھا، اور تم کو مزا آتا تھا ان سب باتوں کے اندر کہ تم کہیں اس کو مار دو، کہیں اس کو زیر کردو، بالآخر ایسے شخص سے کہا جائے گا کہ جس مقصد کے لیے تم نے یہ سب کیا تھا وہ تم کو حاصل ہوچکا، اور دنیا میں تم کو خوب شہرت حاصل ہوچکی، اب حکم الٰہی یہ ہے کہ تجھے اوندھے منہ جہنم میں گھسیٹ کر ڈال دیا جائے۔

اسی لیے حدیث میں ایک موقع پر یہ بھی آتا ہے "من سمع سمع اللّٰہ بہ" کہ جو سنوانا چاہتا ہے اللہ اس کو سنوا بھی دیتا ہے، اس حدیث کو اس مثال سے سمجھنا آسان ہوگا کہ جب کسی کو پھانسی دینا ہوتی ہے، تو اس سے آخر میں پوچھتے ہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟ تو جو اس کی مراد ہوتی ہے وہ پوری کی جاتی ہے، وہ اس وقت جو چیز طلب کرے گا وہ چیز حاضر کی جائے گی، مثلاً: اعلی سے اعلی کوئی کھانا کھانا چاہے، اور عمدہ سے عمدہ کوئی مشروب پینا چاہے یا ٹہلنا چاہے، کہ فلاں جگہ گھمادی جائے، یا وہ کسی سے ملنا چاہتا ہے تو یہ سب باتیں جب اس شخص کی پوری کی جاتی ہیں تو یہ گویا کہ علامات ہوتی ہیں کہ اس کو اب پھانسی پر چڑھایا جائے گا، ایسے ہی اس شخص نے یہ چاہا کہ اس کی شہرت ہوجائے اور ہر جگہ اس کا نام لیا جائے کہ میں ایسے کام کا ہوں، میں یہ کرنے والا ہوں، تو ظاہر ہے اللہ نے اس کی یہ تمنا پوری کردی لیکن اب جب فیصلہ کا وقت آئے گا تو پھر اس کو پھانسی پر چڑھادیا جائے گا، یعنی قیامت کے روز اوندھے منہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

علم دین کے بے جا استعمال کا نتیجہ

ایسے ہی دوسرے شخص کو بلایا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت سے نوازا ہوگا، تلاوت قرآن کا اس کو خاص ملکہ حاصل ہوگا اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے جو جو نعمتیں دی ہیں وہ بتائی جائیں گی، پھر کہا جائے گا کہ ہم نے تم کو یہ نعمتیں دی تھیں تم نے اس کو کیسے استعمال کیا؟ تو وہ بھی کہے گا میں نے جو علم حاصل کیا تھا وہ اس لیے کہ میں پوری طرح دین کے کام کو بخوبی انجام دے سکوں، لوگوں کو راستہ دکھا سکوں، ان کو صحیح باتیں بتاسکوں، ان کو پڑھا سکوں، اور اس طرح کے جو رفاہی کام ہیں وہ کرسکوں، تو اللہ کی طرف سے یہ کہا جائے گا کہ تم نے یہ اس لیے کیا تھا کہ تم کو علامہ، مولانا کہا جائے، حضرت کہا جائے، بڑے بڑے القاب سے تم کو یاد کیا جائے، تمہارے پیچھے لوگ چلیں، اور تم آگے آگے جارہے ہو، اور تم اونچی جگہ بیٹھنے والے ہو، لوگ تمہارے چاروں طرف ہوں، اور تمہاری عزت ہورہی ہو، ہاتھ چومے جارہے ہوں، اور تمہارے علم کی شہرت ہو، تمہاری تحریر وتقریر کا چرچہ ہو، بس یہ سب ہوگیا، لہٰذا اس کے تعلق سے بھی حکم الٰہی یہی ہوگا کہ اس کو بھی اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے۔

دولت کے غلط استعمال کا انجام

ایسے ہی تیسرا آدمی جو مال دار ہوگا اس کو بھی لایا جائے گا اور دنیا میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے اس کو نوازا ہوگا وہاں اللہ تعالیٰ اس کو وہ ساری نعمتیں یاد دلائے گا، اور پوچھا جائے گا کہ تم نے ہماری دی ہوئی دولت کا کہاں استعمال کیا؟ تو وہ جواب دے گا اے خداوند قدوس! میں نے کوئی کار خیر نہیں چھوڑا جس میں خرچ نہ کیا ہو، کوئی بھی مدرسہ والا آگیا، دینی مرکز والا آگیا، دینی کام کرنے والا آگیا، اس کے لیے میں دولت کا منہ ہی کھول دیتا تھا اور سب کو میں دیتا رہتا تھا، تو اس سے کہا جائے گا کہ یہ سب تو تم نے اس لیے کیا تھا کہ تم کو کہا جائے گا کہ فلاں بہت دینے والے ہیں، ان کی جیب کھلی ہی رہتی ہے اور ان کو اوپر والے نے بہت نوازا ہے، اسی لیے وہ بھی سب کو خوب نوازتے ہیں، تو اس سے کہا جائے گا تم دنیا میں شہرت ہی چاہتے تھے اور وہ تم کو وہاں مل گئی، لہٰذا اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہوگا کہ جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیا جائے۔

خلاصہ

اس سے معلوم یہ ہوا کہ جب اتنے بڑے لوگوں کا یہ حال ہوسکتا ہے تو ظاہر ہے کہ ان سے نیچے کے درجے والے لوگوں کا حال کیا ہوگا؟ اس لیے یہ بات خوب سوچ لینا چاہیے کہ اللہ کے یہاں ملاوٹ نہیں چلتی ہے، جو کچھ ہو خالص اللہ ہی کے لیے ہونا چاہیے، جو لکھنا پڑھنا ہے اللہ کے لیے ہو، جو دینا دلانا ہے وہ بھی اللہ ہی کے لیے ہو، بھاگنا دوڑنا ہے وہ بھی اللہ ہی کے لیے ہو، محنت ومشقت اللہ کے لیے ہی ہو، مجاہدہ اور ریاضت وہ بھی اللہ کے لیے ہی ہو، کھڑا ہونا یا دوڑنا بھاگنا سب کچھ اللہ کے لیے ہی ہو، تو اللہ کے یہاں قابل قبول ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔

☆☆☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

محاسن اسلام

معاشرتی اصلاح کے نمایاں عناصر

سورۂ نور کی روشنی میں

محمد فرمان ندوی

قرآنی علوم کی جامعیت

قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے، وہ بے شمار علوم و فنون کا مجموعہ ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بقول: قرآنی علوم پانچ حصوں میں منقسم ہیں: علم احکام، علم جدل، علم تذکیر بآلاء اللہ، علم تذکیر بالموت، علم تذکیر بأیام اللہ۔ یہ علوم معاشرہ کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں، ہدایت و اصلاح قرآن کا اصل موضوع ہے، اس لیے اس میں معاشرہ کے تمام امراض کا حل موجود ہے، واضح رہے کہ آیات احکام کے نزول کا مقصد ہی معاشرے سے ناانصافی اور بے اعتدالی کو دور کرنا ہے۔

معاشرہ کی اصلاح وقت کی ضرورت

معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے، افراد اگر صالح ہوں تو معاشرہ خود بخود صالح ہوگا، اگر ان میں ایمان اور عمل صالح کی صحیح تخم ریزی ہو جائے تو عہد رسالت کا نمائندہ اور قرن اول کا شاہکار ہوگا، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ فرماتے ہیں: ’’معاشرہ کا یہ عیب نہیں کہ وہ فاسد الاخلاق ہو گیا ہے، خطرہ کی بات یہ ہے کہ معاشرہ فاسد مزاج ہو گیا ہے، اور کسی معاشرہ کا فاسد الاخلاق ہونا اتنا خطرناک نہیں ہے اس کے لئے سو تدبیریں ہیں، لیکن جب معاشرہ فاسد مزاج ہو جائے تو پھر دوا بھی اثر نہیں کرتی، اس وقت معاشرہ کی خبر لینے کی ضرورت ہے‘‘۔ [دعوت وفکر وعمل: ص،۱۰۱]

سابقہ قوموں کا مشترکہ مرض

قرآن نے جامع تعلیمات کا ایک پورا مرقع پیش کیا ہے، اس میں معاشرہ کے تمام امراض کا مناسب علاج موجود ہے، اولوالعزم انبیاء کے واقعات کا تذکرہ بطور خاص کرکے ان کی عملی شکل پیش کی ہے، معاشرہ میں سب سے بڑی برائی عقیدہ کی خرابی اور اس کا بگاڑ ہے، قرآن نے انبیائے کرام کو جو تعلیمات دیں ان میں اصلاح عقائد کو خاص اہمیت دی ہے، سابقہ قوموں میں عقیدہ کے بگاڑ کے ساتھ متنوع امراض پائے جاتے تھے، مثلاً قوم عاد میں شرک کے ساتھ تکبر، اور ظلم، قوم ثمود میں شرک کے ساتھ کاریگری پر فخر، قوم لوط میں شرک کے ساتھ لواطت، قوم مدین میں شرک کے ساتھ ناپ تول میں کمی، فرعون خدائی کے دعوی کے ساتھ دوسروں کو حقیر سمجھنا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قوم کے نبی کو توحید کا مبلغ اور داعی بنا کر بھیجا گیا، یہ حقیقت کہ شرک سب سے بڑی ذلت اور توحید سب سے بڑی عزت ہے، سورۂ حج میں آیا ہے کہ: ’’وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ‘‘ (جو شرک کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ آسمان سے زمین پر آ گیا ہو، چاہے اس کو پرندے اچک لیں یا وہ ہوا کے دوش پر دور دراز علاقوں میں جا پڑے)۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی معاشرتی برائیوں کے پیدا ہونے کے اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’معاشرتی برائیاں نام ہے عقل و ادارہ کی کمی کا، جب انسان میں عقل و ارادہ کمزور پڑ جاتا ہے تو وہ برائی کی طرف مائل ہو جاتا ہے، جس سے معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے، انسانی افراد و اجتماع کو روحانی اور مادی نقصان پہونچتا ہے، بلکہ یہ برائیاں جب کسی قوم میں عام ہو جاتی ہیں تو قوم وملت کی ہلاکت و بربادی کا سبب بنتی ہیں‘‘۔ [قرآن مجید- انسانی زندگی کا رہبر کامل: ص،۳۲۳]

معاشرتی مسائل پر مبنی سورتیں

معاشرے کی اصلاح کے لیے پورے قرآن میں جہاں جامع تعلیمات پیش کی گئی ہیں، وہیں بعض سورتوں میں خاص طور سے ان کی نشاندہی کی گئی ہے، مکی سورتوں میں عام طور پر اصلاح عقائد اور اخلاقی تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے، مدنی سورتوں میں معاملات اور معاشرت کے اصول وضوابط ذکر کیے گئے ہیں، قرآن کی جن سورتوں میں معاشرت کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے ان میں سورۂ نساء، سورۂ احزاب، سورۂ حجرات، سورۂ طلاق اور سورۂ نور ہے، یہی وجہ کہ بعض علماء کے نزدیک ان سورتوں کو ہر گھر میں بار بار پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے، یہ سورتیں اپنے مضامین کے ساتھ آج بھی ہر کلمہ گو کے لیے اصلاح معاشرہ کے نمایاں اصول فراہم کرتی ہیں۔

سورۂ نور: ایک تعارف

سورۂ نور مدنی سورت ہے، اس میں شرعی احکام کے ساتھ معاشرتی اور عائلی مسائل کو خاص طور سے موضوع بنایا گیا ہے، یہ خانگی زندگی کو بہتر بنانے کے اصول فراہم کرتی ہے، اس میں گھروں میں داخل ہونے کے لیے اجازت لینے، نگاہ جھکانے، شرم گاہوں کی حفاظت کرنے، مردوعورت

File F:\Front.tif not found.

کے اختلاط سے بچنے کی تفصیلات موجود ہیں، حاشیۃ العلامۃ الصاوي [ج۴/ص۱۷۱] میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے گورنر کو خط لکھا کہ مسلم خواتین کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔

سورت کی وجہ تسمیہ

تفسیر منیر میں شیخ وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''اس سورت میں ایک آیت ہے، جس کا ایک ٹکڑا ہے:''اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ'' (اللہ زمین وآسمان کا نور ہے)، وہی آسمان وزمین میں روشنی پیدا کرنے والا ہے، اس کی روشنی سے یہ جہاں منور ہے، اور اس سے گم کردۂ راہ انسانوں کو ہدایت ملتی ہے، یہ سورت معاشرتی زندگی کے راستے کو فضائل وآداب، احکام وتعلیمات سے مزین کرتی ہے''۔[التفسیر المنیر في العقیدۃ والشریعۃ والمنھج: ج۱/ص۴۴۸]۔

اصلاحی مشن کے تدریجی مراحل

ہر انسان چاہے وہ مرد ہو یا عورت، اس کو اللہ تعالیٰ کے مامورات کو ماننے اور منہیات سے دور رہنے کا حکم دیا گیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا'' (رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے باز رکھیں اس سے دور رہو)، یہ دونوں امر عمل کرنا اور باز رہنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک انسان کے اندر دو جذبات مکمل شکل میں موجود نہ ہوں: ۱-شوق، ۲-خوف، اسلام کی تمام عبادات میں یہی امور مضمر ہیں، یا تو انسان جنت، اس کی نعمتوں کے شوق میں کرتا ہے یا جہنم اس کے عذاب کے ڈر سے گناہوں، جرائم سے باز رہتا ہے، اور یہ دونوں امور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہمہ وقت استحضار سے حاصل ہوتے ہیں، اسی کو حدیث پاک میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر یہ کیفیت نہ پیدا ہو تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر نظر ہے، یہ احسانی کیفیت انسان کو ہر قسم کے جرائم سے باز رکھتی ہے۔

جرائم پر کنٹرول پانے کے تین مرحلے

قرآن مجید نے اصلاح و دعوت کا یہ اصول مرتب کیا ہے کہ پہلے مرحلہ میں ذہن سازی کی جائے فضائل اور آداب کے ذریعہ سے طبیعتوں کو تیار کیا جائے، نقصانات اور خسارے کی وضاحت کر کے اس کے منفی اثرات سے بچا جائے، اسی کو قرآن نے تزکیہ سے تعبیر کیا ہے، تزکیہ کا عمل انبیاء کے مشن کا حصہ اور ان کے دعوتی پروگرام کا جزء لاینفک ہے۔

دوسرے مرحلے میں ایسے اسباب و وسائل پر پابندی عائد کی ہے جو گناہوں کو فروغ دینے والے ہیں، اور ان کو دیکھ کر جرائم کا گراف بڑھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے جب شراب کو حرام کیا تو اس کے ساتھ ان برتنوں کے استعمال پر بھی پابندی عائد کی جن کو دیکھ کو شراب کی یاد تازہ ہوگی، چنانچہ ایسے وسائل حرام کئے گئے، جو شر تک پہونچانے والے ہیں، اسی کو فقہاء نے سداً للذرائع ممانعت سے تعبیر کیا ہے۔

تیسرے مرحلے میں حدود وقصاص کے ذریعہ جرائم کی روک تھام کی ہے، اس طرح کچھ طبیعتیں فضائل کے اثرات سے گناہوں سے باز رہتی ہے، اور کچھ اسباب و وسائل کے استعمال نہ کرنے سے گناہوں سے دور رہتی ہیں اور کچھ سختیوں اور سزاؤں کے ڈر سے اپنے کو حرام کردہ چیزوں سے دور رکھتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپؐ نے معاشرہ کو برائیوں سے پاک کرنے کے لیے کئی اقدامات کیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپؐ نے جرم وگناہ کے اس جنگل کو صدق وصفا اور محبت ووفا کی بستی بنا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے تین طریقے استعمال کیے، اول دلوں کا تزکیہ اور لوگوں کی فکر اور سوچ میں انقلاب، دوسرے ان اسباب ومحرکات کا سد باب جو جرم میں معاون ہوتے ہیں، تیسرے سنگین جرائم پر سخت سزائیں، یہی طریق کار تھا، جس نے جرائم کے خوگر عرب سماج کی حالت بدلی اور انسانیت کے قاتلوں کو انسانیت کا محافظ اور نگہبان بنا کر کھڑا کر دیا۔[راہ عمل: جرائم، مرض اور علاج، ص۴۳۵]

مرحلہ وار تربیت کا سورۂ نور میں نمونہ

قرآن کا اسلوب انذار وتبشیر تدریجی ہے، اس نے مرحلہ وار اوامر ونواہی کے ذریعہ معاشرہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے، پہلے اس کی بہترین مثال شراب کی حرمت کے احکامات ہیں، اللہ تعالیٰ نے یک بارگی شراب کو حرام نہیں کی، بلکہ اس میں تدریجی مراحل کو پیش نظر رکھا، پہلے ''یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ، قُلْ فِیْھِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ، وَاِثْمُھُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا''، (وہ آپ سے شراب اور جائے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجیے ان میں گناہ زیادہ ہے، اور منفعتیں بھی ہیں لیکن گناہ کا پہلو نفع سے زیادہ ہے)، پھر ''یٰأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوْا الصَّلَاۃَ وَأَنْتُمْ سُکَارٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ'' (اے ایمان والو! حالت نشہ میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ تم کو ہوش آجائے، اور جو تم کہہ رہے اس کا علم بھی تم کو ہو)، اس کے بعد ''یٰأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ، لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ''

File F:\Front.tif not found.

[المائدۃ] (اے ایمان والو شراب، جوا، بت اور فال کے تیر گناہ کے عمل ہیں، اس سے بچو، تاکہ تم کامیاب ہو) اس طریقہ انذار سے مدینہ کی گلیوں میں شراب ایسی پھینکی گئی کہ نالیاں بہہ پڑیں، اور سب نے یک زبان ہو کر کہا: "انتهينا ربنا، انتهينا"، (اے ہمارے رب! ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے)۔

سورۂ نور کے مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جہاں ایک طرف فضائل و آداب کو واضح کیا ہے، اور اسباب و وسائل کے اختیار کرنے سے روکا ہے وہیں اسلامی سزاؤوں کے ذریعہ معاشرے کو ناپاک عناصر سے پاک کرنے کی طرف توجہ کی ہے، اور ہر چیز کو مرحلہ وار پیش کر کے لوگوں کے لیے عمل کو آسان بنا دیا ہے۔

سورت کے موضوعات اور اصلاح معاشرہ کے نمایاں عناصر

۱-زنا کی سزا، ۲-الزام لگانے کی سزا، ۳-لعان کی سزا، ۴-حضرت عائشہ کی واقعہ افک سے براءت، ۵-شیطان کی پیروی سے ممانعت، ۶-گھروں میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرنا، ۷-نگاہ جھکانا، زنا و بدکاری کی سزا۔

اسلام کے حرام کردہ امور میں بدکاری بھی ہے، وہ گناہ کبیرہ میں ہے، اور ایسا گناہ ہے، جس کے اثرات دنیا اور آخرت میں نمایاں انداز میں ظاہر ہوتے ہیں، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! زنا سے بچو، کیونکہ اس میں چھ خرابیاں ہیں، تین دنیا میں اور تین آخرت میں، دنیا میں اس کی وجہ سے چہرے کا نور زائل ہو جاتا ہے، فقر و فاقہ چھا جاتا ہے، اور عمر میں کمی ہوتی ہے، اور آخرت میں اللہ کی ناراضگی حصہ میں آتی ہے، سخت حساب و کتاب کا سامنا ہوگا اور جہنم کے عذاب سے دوچار ہو پڑے گا
-[البحر المدید مؤلفہ أحمد بن محمد: ج۵/ص۷۵]۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے دریافت کیا: کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ سنگین ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ، پھر پوچھا: کون سا؟ فرمایا: فقر وفاقہ کے ڈر سے اپنے بچے کو قتل کیا جائے، پھر پوچھا کون سا؟ فرمایا: پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔[بخاری، سورۂ بقرہ: ج۴/ص۱۶۲۶]

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا

یہ بھی گناہ کبیرہ میں ہے، بخاری شریف کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سات ہلاک کرنے والے امور میں شامل فرمایا، ان میں ایک شرک، دوسرے جادو، تیسرے قتل نفس، چوتھے سود کھانا، پانچویں یتیم کا مال ناحق کھانا، جنگ کے دن راہ فرار اختیار کرنا، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔[صحیح بخاری، باب رمی المحصنات: ج۶/۲۵۱۵]

لعان اور اس کی سزا

مدینہ منورہ میں ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ ہلال بن امیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے فلان کو اپنی اہلیہ کے ساتھ دیکھا ہے، اگر میں چار گواہ لانے میں دیر کرتا تو بات آگے نکل جاتی، اور اگر میں ناگاہ قتل کرتا تو اس پر زیادتی ہوتی، اس موقع پر یہ لعان کی آیتیں نازل ہوئیں: "وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ، فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ، وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَتْ مِنَ الصَّادِقِينَ" [نور:۶-۹] (جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس گواہ نہیں ہیں سوائے ان کی ذات کے، تو چار بار قسمیہ گواہی دیں کہ وہ اپنے دعوی میں سچے ہیں، اور پانچویں بار اس جملہ کا اعادہ کریں کہ اگر وہ جھوٹے ہیں تو ان پر اللہ کی لعنت ہے، اس کے جواب میں مدعی علیہا یہ گواہی دے گی کہ چار بار کہ اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے، اور پانچویں بار یہ کہے گی کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر وہ سچا ہے)۔

واقعۂ افک اور اس کی معنویت

اس سورت کا ایک نمایاں حصہ واقعہ افک حضرت عائشہ کی براءت ہے، قرآن کریم نے کئی آیتوں میں اس واقعہ تفصیل سے بیان کیا، بظاہر ایک واقعہ تھا، لیکن حقیقت میں ایک سازش تھی ناموس رسولؐ کے خلاف، بلکہ خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف۔

جنگ دو پیمانہ پر لڑی جاتی ہیں، ایک میدانی سطح پر اور دوسرے نفسیاتی، نفسیاتی جنگ زیادہ اذیت ناک اور تکلیف دہ ہوتی ہے، قرآن نے اس واقعہ سے معاشرہ میں پنپنے والے مرض کو صحیح کردار کے ساتھ حل کرنے کا ایک اسوہ دیا ہے، اس کی روشنی میں صالح معاشرہ کی تشکیل کی جا سکتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح سے اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد معاملہ فرمایا اس کا مطالعہ سماجی برائیوں کو ہوا نہ دینے میں مفید ہوگا، خاص طور سے جب فتنہ و فساد کا غلبہ ہو تو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

شیطان کے نقشہائے قدم کی پیروی کرنا

دنیا کی سب سے خطرناک چال شیطان کی چال ہے، شیطان انسان کے دل میں ہر وقت کچھ

کے لگا تا رہتا ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ایک طرف حملہ کرتا ہے تو دوسری طرف فرشتہ، شیطان کا حملہ خیر کو چھوڑنے اور شر کو اختیار کرنے سے متعلق ہوتا ہے، اور فرشتے کا حملہ شر سے دور رہنے اور خیر کو اختیار کرنے سے متعلق ہے۔

گھروں داخل ہونے کے لیے اجازت لینا

معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے قرآن نے یہ اصول دیا کہ کسی کے گھر میں انسان جانے کا ارادہ کرے تو اجازت طلب کر لیا کرے، اور اگر اپنے گھر میں بھی داخل ہو تو سلام کر لیا کرے، یہی مناسب طریقہ ہے جس سے معاشرتی نظام درست ہوگا، اور لوگوں کو بھی سکون حاصل ہوگا۔

نگاہ جھکانا

انسانی معاشرہ کو حرام چیزوں سے بچانے کے لیے ایک مناسب نسخہ غض بصر ہے، انسان اگر منکر کی طرف نظر نہیں کرے گا تو گناہ میں مبتلا نہیں ہوگا، اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، قرآن نے دونوں صنفوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اجنبی مرد اور اجنبی عورت کے سامنے اپنی نگاہوں کو جھکائے رکھیں، نہ مرد عورت کو دیکھے، نہ عورت مرد کو دیکھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ، ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ، وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ، وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ“ ۔[نور:۳۰،۳۱]

یہ آداب و اطوار انسانی زندگی کے صلاح و بہتری میں مؤثر ثابت ہوتے ہیں، اگر ان کی پابندی کر لی جائے تو ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جو ضمیر کے احتساب کے ساتھ کائنات کے احتساب کا درس دے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان اصولوں کو برتا تو ان کی زندگی خیر و فلاح کا سرچشمہ ہوگئی، ذیل میں دو واقعات نفس کے احتساب اور ضمیر کی ملامت سے متعلق ذکر کیے جاتے ہیں، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی تحریر فرماتے ہیں:

”ہمارے سامنے معتبر مؤرخین نے اس سلسلہ میں اسلامی تاریخ کے ایسے عجیب و غریب واقعات پیش کئے ہیں، جن کی نظیر اسلام کی دینی تاریخ کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی، ان واقعات میں سے ایک ماعز بن مالک اسلمی کا واقعہ بھی ہے، جس کو امام مسلمؒ نے اپنی جامع صحیح میں نقل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہ حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! مجھ سے خطا ہوئی ہے، میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں، اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو پاک کروا دیں، آپ نے ان کو واپس کر دیا، دوسرے دن وہ پھر آئے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! میں زنا کا مجرم ہوں، آپ نے دوبارہ پھر واپس کر دیا اور ان کے گھرانے سے دریافت کیا کہ ان کی سمجھ میں کسی قسم کی کوئی خرابی تو نہیں یا کوئی عادت کے خلاف بات تو نہیں پائی جاتی، انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو صرف اسی قدر جانتے ہیں کہ وہ سمجھ دار اور اچھے خاصے آدمی ہیں، پھر تیسری بار ماعز بن مالک آئے، آپ نے دوبارہ دریافت کرایا، جو اب یکساں ملا، چوتھی بار جب وہ آئے تو آپ نے نصف دفن کروا کر سنگسار کر دینے کا حکم دیا۔

اس کے بعد غامدیہ آئیں، کہنے لگیں: یا رسول اللہ! مجھ سے زنا کی غلطی ہوگئی ہے، طاہر کروا دیجیے، آپؐ نے ان کو واپس کروا دیا، دوسرے روز پھر آئیں، اور کہنے لگیں: آپ ہمیں کیوں واپس کرتے ہیں، شاید اسی طرح جس طرح ماعز کو واپس کرتے تھے، یاں میں حاملہ ہوں، آپؐ نے فرمایا: تو پھر جاؤ، جب ولادت ہو جائے تو آنا، ولادت سے جب فارغ ہوئیں تو پھر آئیں، لڑکا کپڑے میں لپٹا ہوا تھا، کہنے لگیں، یہ میرا بچہ ہے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ، دودھ پلاؤ، جب کچھ کھانے لگے تو لانا، جب دودھ چھڑایا تو پھر آئیں، لڑکے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، کہنے لگیں، اے اللہ کے نبی! میں دودھ پلانے سے بھی فارغ ہوگئی، اور یہ کھانا بھی کھانے لگا، آپ نے لڑکا ایک مسلمان کے سپرد کیا، حد قائم کرنے کا حکم فرمایا، ان کے سینہ تک گڑھا کھودا گیا، اور آپ نے حکم فرمایا، لوگوں نے سنگسار کر دیا، خالد بن ولید نے ایک پتھر مارا تو خون کی چھینٹیں ان پر آکے پڑیں تو انہوں نے مذمت کے لفظ کہے، آپ نے یہ الفاظ سن لیے اور فرمایا: ہائیں خالد، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ ایسی توبہ چنگی والا کرتا تو بخش دیا جاتا، پھر آپ نے حکم دیا، نماز پڑھی گئی اور ان کو دفن کر دیا گیا۔[صحیح مسلم، کتاب الحدود، بحوالہ: انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص:۱۰۶]

اصلاح کے بنیادی شرائط

”قوموں کی ترقی کا اصول ہمیشہ ایک رہا ہے، چند حقیقتوں پر مستحکم یقین اور اس کے یقین کے مطابق عمل، اور کامیابی کے لئے مسلسل جد و جہد، سعی و محنت اور اس راہ میں جو تکلیف پیش آئے اس کو ہنسی خوشی جھیل لینا، زمانہ کی اصطلاحیں بدلتی رہتی ہیں، لیکن اصطلاحوں کے بدلنے سے حقیقتیں نہیں بدلتیں، اسلام کی اصطلاح میں اس مستحکم یقین کا نام ایمان، اور اس کے مطابق عمل کا نام عمل صالح، اور مسلسل جد و جہد اور سعی و محنت کا نام جہاد اور اس کے لیے پامردی کا نام صبر و ثابت ہے، دنیا میں جب بھی کسی قوم کو کامیابی ہوئی ہے تو اسی اصول

File F:\Front.tif not found.

کے مطابق ہوئی ہے، اور جب ہوگی تو اسی اصول کے مطابق ہوگی"۔[شذرات سلیمانی: ج۳/۱۹۱]

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رقم طراز ہیں:

"اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس لیے قرآن نے جابجا معاشرتی برائیوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور ساتھ ہی اس کا علاج بھی تجویز کیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبیٰ وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ، وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ" [سورہ نحل: ۹۰] (اللہ انصاف اور احسان سے کام کرنے اور رشتے داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے، وہ بے حیائی، ناپسندیدہ بات اور سرکشی سے روکتا ہے، تمہیں وہ نصیحت کرتا ہے، شاید کہ تم نصیب پاجاؤ)۔

اس آیت کریمہ میں معاشرتی برائیوں کو تین بڑے بڑے عناوین میں تقسیم کیا گیا ہے، جو یہ ہیں: ۱-فحشاء (بے حیائی کے کام) ۲-منکرات جس سے پوری جماعت کی زندگی متاثر ہو، ۳-بغی یعنی سرکشی، جیسے چوری، قتل، ڈاکہ اور ملک وقوم سے غداری کے کام، یہ وہ اخلاقی برائیاں ہیں، جن کو ہر مذہب اور ہر انسانی معاشرت نے یکساں طور پر برا کہا ہے، وہ درحقیقت برائی اور بے حیائی کے کام ہیں، اور دین وشرافت کی نگاہ میں وہ سب برائیاں گناہ اور ناپسندیدہ باتیں ہیں، اگر ان کو جائز قرار دے دیا جائے تو افراد کے باہمی حقوق سے امان اٹھ جائے، اور کسی کی جان، مال، اور عزت وآبرو سلامت نہ رہے، قرآن مجید میں اس ضمن میں اخلاق کا معتدل نظام پیش کیا، وہ اخلاق جو خدا کو پسند ہیں فضائل کہلاتے ہیں، اور جن کو خدا ناپسند کہتا ہے، ان کو رذائل کہتے ہیں، قرآن مجید میں جن فضائل اخلاق کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: تقوی، شرم وحیا، عدل وانصاف، درگذر۔

اس کے علاوہ معاشرتی خرابیاں جس چیزوں سے دور ہوسکتی ہیں، قرآن مجید نے ان کی تفصیل بتائی ہے وہ یہ ہیں: تقویٰ، اخلاص، توکل، صبر وشکر۔

تقویٰ نام ہے دل کی پاکیزگی اور عمل صلاح کا، اخلاص نام ہے، دیانت داری کا، توکل خدا پر بھروسہ کرنے کو کہتے ہیں، اور صبر تمام شیطانی طاقتوں پر قابو پانے کو کہتے ہیں، تقوی سے عظمت نفس پیدا ہوتی ہے، اور انسان کا ضمیر بیدار ہوتا ہے، اسی لیے اسلام نے برتری کا معیار تقوی کو قرار دیا گیا ہے، اخلاص خدا کی خوشنودی اور بجاآوری کو کہتے ہیں، ظاہر ہے اگر انسان میں پرہیزگاری اور زندگی سے خلوص پیدا ہو جائے تو سماج معاشرتی برائیوں سے پاک ہوسکتا ہے، کیونکہ جس میں اللہ کا خوف ہوگا وہ نہ بددیانتی کرے گا، اور نہ کسی کی حق تلفی کرے گا، نہ اس کا قول وعمل میں تضاد ہوگا، اور نہ وہ اپنے فرائض منصبی سے پہلوتہی کرے گا، اسی طرح توکل اور صبر کامیابی کی اصل بنیاد ہیں، مشکلات اور مصیبتوں کو برداشت کرنا، مصائب کا پامردی سے مقابلہ اور ضبط نفس سے کام لینا کسی قوم اور ملک کی ترقی کا زینہ ہیں"۔[قرآن کریم - انسانی زندگی کا رہبر کامل: ۳۲۳-۳۲۷]

ان دونوں اقتباسات سے معاشرتی بیماریوں کو دور کرنے کا صحیح لائحہ عمل سامنے آتا ہے، اور یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اگر معاشرے میں عدل، احسان (عمدہ کام کرنے کا جذبہ) اور حق داروں کو دینے کا مزاج پیدا ہوجائے اور زدیاتی، ہر قسم کی برائی اور بے حیائی سے دور رہنے کا بہترین نسخہ سامنے آئے گا۔

سورۂ نور سے مستفاد چند نتائج

۱-اسلامی سزائیں جرائم کے روک تھام میں ہر لحاظ سے مؤثر ہیں۔

۲-معاشرہ کے افراد ایک دوسرے سے حسن ظن رکھیں، تو معاشرتی مسائل خود بخود حل ہوجائیں گے۔

۳-نگاہ جھکانے سے انسان بہت سے مفاسد سے محفوظ ہوتا ہے

۴-شیطان کی پیروی گمراہی کی طرف لے جانے والی ہے۔

۵-شادی وقت پر کردینے سے معاشرے میں سماجی مسائل کا ازالہ ہوگا۔

۶-ایمان اور عمل صالح زمین میں خلافت عطا کرنے والے ہیں۔

☆☆☆☆☆

قاری مشتاق احمد کی اہلیہ محترمہ کا انتقال

۲۷ راگست ۲۰۱۷ء مطابق ۴ رذی الحجہ ۱۴۳۸ھ کو حضرت مولانا محمد احمد پرتاپگڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جناب قاری مشتاق احمد پرتاپگڑھی مہتمم مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ کی اہلیہ محترمہ ۷۰ رسال کی عمر میں ایک طویل علالت کے بعد انتقال کرگئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے پڑھائی، جنازہ وتدفین میں اعزہ، احباب، اہل تعلق نے بڑی تعداد میں شرکت کی جن میں خاص طور پر مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی اور معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی قابل ذکر ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے، آمین۔

قارئین 'تعمیر حیات' سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ☆☆☆

File F:\Front.tif not found.

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: اگر لڑکا امریکہ میں ہو اور لڑکی ہندوستان میں، رشتہ نکاح طے ہو چکا ہو، کسی اہم مجبوری کی وجہ سے لڑکا ہندوستان جلد نہیں آسکتا ہو ایسی مجبوری میں اگر ٹیلیفون پر نکاح کرایا جائے تو درست ہوگا یا نہیں؟

جواب: اسلام میں نکاح کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو، اس لیے موبائل یا فون پر نکاح درست نہیں ہے، البتہ لڑکا یا لڑکی میں سے کوئی ایک امریکہ یا ہندوستان میں کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنادے اور وکیل دو گواہوں کے سامنے اپنے موکل کی طرف سے ایجاب کرے اور دوسرا فریق اسے قبول کرے تو نکاح منعقد ہوجائے گا، کیونکہ اس صورت میں ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول پائے جانے کا فریضہ انجام دیا جائے گا، جو نکاح کے شرط ہے، اس طرح نکاح ہوجائے گا، فقہاء نے بذریعہ وکالت اس طرح کے نکاح کو درست قرار دیا ہے۔

[فتاویٰ ہندیہ: ج۱/ص ۲۶۹]

سوال: انٹرنیٹ، ای میل، ٹیلی فون کانفرنس اور ٹیلی گرام پر نکاح کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

جواب: نکاح کے شرائط میں ایک یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں گزر چکا ہے، اس لیے انٹرنیٹ، ویب سائٹ، اور ای میل وغیرہ پر نکاح کرنے سے شرعاً نکاح نہیں ہوگا، اس کے درست ہونے کی صورت یہی ہے کہ کسی کو ایجاب وقبول کا وکیل بنایا جائے اور وہ اپنے موکل کا نکاح کرے، علامہ ابن عابدین شامیؒ نے انعقاد نکاح کی اس صورت کو جائز قرار دیا ہے۔

[ردالمحتار: ج۳/ص ۶۳]

سوال: نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت کون لے؟ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ نکاح پڑھانے والے قاضی خود دو گواہوں کے ساتھ لڑکی کے پاس اجازت کے لیے جاتے ہیں جب کہ وہاں عورتوں کی بھیڑ ہوتی ہے اور قاضی کے لیے یہ عمل کافی آزمائش کا ہوتا ہے، کیا قاضی ہی کے لیے اجازت لینا ضروری ہے۔

جواب: لڑکی سے اجازت لینے کے لیے قاضی کا لڑکی کے پاس جانا ضروری نہیں بلکہ خود لڑکی کے والد اور ان کے دو محرم رشتہ دار کے ساتھ جائیں تو یہ بہتر ہے، قاضی نکاح اگر غیر محرم ہو تو ان کا جانا مناسب نہیں ہے، ایسے موقع سے وہاں موجود عورتوں کو ہٹ جانا چاہیے، اور لڑکی کے ولی کو چاہیے کہ اپنے دو محرم گواہوں کے ساتھ لڑکی سے اجازت کے لیے جائیں اور ہر حال میں بے پردگی سے بچا جائے، پردہ کے احکام شریعت میں بہت سخت ہیں، ان کا لحاظ ضروری ہے۔

سوال: شادی سے قبل ہونے والی زوجہ کو لڑکا دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دیکھنے کی اجازت ہے تو کس حد تک؟

جواب: شریعت اسلامی میں نکاح سے قبل پیغام دینے والے لڑکے کو اجازت ہے کہ اگر چاہے تو ہونے والی زوجہ کو دیکھ لے، ابوداؤد کی روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا: "اذا خطب أحدكم المرأة فان استطاع أن ينظر الى مايدعوه الى نكاحها فليعمل". (جب تم کسی عورت کو نکاح کا پیغام دو تو اگر یہ ممکن ہو کہ اس کے وہ اوصاف دیکھ سکو جو نکاح میں مطلوب ہیں تو ضرور ایسا کرو)۔

[سنن ابوداؤد: ج۱/ص ۲۸۴]

اب رہی یہ بات کہ جسم کے کن حصوں کو دیکھا جاسکتا ہے تو اس بارے میں جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ صرف چہرے اور ہتھیلیوں کا دیکھنا جائز ہے بقیہ حصہ کا نہیں۔ [ہدایہ: ج۲/ص ۴۵۹]

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: "قال الجمهور لا باس أن ينظر الخاطب الى المخطوبة قالوا لا ينظر الى غير وجهها و كفيها" (جمہور علماء کہتے ہیں کہ منگیتر کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں مگر چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ کچھ اور نہ دیکھے)۔

[فتح الباری: ج۹/ص ۱۵۷]

سوال: لڑکے اور لڑکی نے اپنے والدین کو بتائے بغیر کورٹ میریج کرلی، وہاں صرف ایک فارم بھرا گیا اور دونوں نے اپنے کالم پر دستخط کردیے، کیا نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب: اسلامی شریعت میں نکاح صحیح کے لیے فریقین کے علاوہ دو مسلمان گواہ کا ہونا بوقت نکاح شرط ہے، اگر وہاں دو مسلمان گواہ ایجاب وقبول کے وقت موجود تھے تو نکاح ہوگیا ورنہ نہیں۔

[ردالمحتار: ج۲/ص ۲۶۲]

☆☆☆☆☆

۱۰ر ستمبر ۲۰۱۷ء

File F:\Front.tif not found.

NADWATUL-ULAMA

PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW

226007 U. P. (INDIA)

ندوۃ العلماء

پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ لکھنؤ

۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)

باسمہٖ تعالیٰ

اہل خیر حضرات سے!

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں جن کے لیے دار العلوم قائم کیا گیا تھا یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی مؤثر اور صحیح ترجمانی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و امتیاز کا اعلان و اظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں کے مقابلہ میں ان مذکورہ مقاصد کا حصول زیادہ اہم ہے، مسئلہ کی اس قدر تشریح اور وضاحت کے بعد اب مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دار العلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدلی، فیاضی اور ہمت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون و اعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں، آپ میں سے جو لوگ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے غیر ملکی معزز عرب مہمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''یہ سونے کی چڑیاں سب اُڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کے چار آنے، آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے، اور جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پسینہ کی کمائی ہوگی۔''

ہندوستان کے مسلمانوں سے خواہ وہ اس طویل و عریض ملک کے کسی علاقہ کے ہوں، ہماری مکرر درخواست ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کو اپنا ہی کام سمجھیں، ہمیں یقین ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر پورا بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی بیش قیمت رہنمائی و نظامت میں اگر احباب و مخلصین نے پوری دلچسپی لی تو ہمارا یہ پیغام نہ صرف ملک کے بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہنچے گا، وما ذلك على الله بعزيز.

(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	(پروفیسر) اطہر حسین	(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں: **NADWATUL ULAMA**

(عطیات) **A/C NO. 10863759711**

(زکوٰۃ) **A/C NO. 10863759766** **(State Bank of India Main Branch, Lucknow.)**

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
NIZAMAT OFFICE, NADWATUL ULAMA,
TAGORE MARG, LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@bsnl.in/ website : www.nadwatululam.org